قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

جمعرات 27 جنوری 2022ء | 23 جمادی الثانی 1443 ہجری قمری | 27 صلح 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:23

ارشاد باری تعالیٰ

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

(الذاریات:57)

ترجمہ: اور میں نے جنّ و انس کو پیدا نہیں کیا مگر اس غرض سے کہ وہ میری عبادت کریں۔

فرمانِ رسول ﷺ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ دعا ہی دراصل عبادت ہے۔ پھر آنحضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿۶۱﴾ (المومن:61) اور تمہارے رب نے کہا مجھے پکارو مَیں تمہیں جواب دوں گا۔ یقیناً وہ لوگ جو میری عبادت کرنے سے اپنے تئیں بالا سمجھتے ہیں ضرور جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔

(ترمذی ابواب الدعوات باب ما جاء فی فضل الدعاء)

فرمان خلیفۂ وقت

’’اللہ تعالیٰ نے بڑا واضح طور پر یہی فرمایا ہے کہ مَیں نے جن و انس کو عبادت کی غرض سے پیدا کیا ہے۔ لیکن یہاں پابندی نہیں ہے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ نے جن و انس کی مخلوق پیدا کی ہے وہ ضرور پیدائش کے وقت سے ہی اپنے ماحول میں بڑے ہوں تو ضرور عبادت کرنے والے ہوں۔ ماحول کا اثر لینے کی ان کو اجازت دی گئی ہے۔ باوجود اس کے کہ پیدائش کا مقصد یہی ہے کہ عبادت کرنے والا ہو اور عبادت کی جائے لیکن ساتھ ہی، جیسا کہ مَیں نے کہا، شیطان کو بھی کھلی چھٹی دے دی، ماحول کو بھی کھلی چھٹی دے دی کہ وہ بھی اثر انداز ہوسکتا ہے۔

فرمایا کہ جو میرے بندے بننا چاہیں گے، میرا قرب پانا چاہیں گے وہ بہرحال اپنے ذہن میں یہ مقصد رکھیں گے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق عبادت کرنی ہے۔ اور اب کیونکہ ایک مسلمان کے لئے وہی عبادت کے طریق ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتائے ہیں۔ اسی شریعت پہ ہمیں چلنا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لے کے آئے ہیں۔ جس طرح انہوں نے ہمیں اللہ تعالیٰ کے حکموں کو سمجھتے ہوئے عبادت کے طریق سکھائے ہیں اسی طرح عبادت بھی کرنی ہے۔ اور جو اوقات بتائے ہیں ان اوقات میں عبادت کرنی ہے۔ اگر نہیں تو پھر مسلمان کہلانے کا بھی حق نہیں ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے بندے کہلانے کا بھی حق نہیں ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 3؍ دسمبر 2004ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

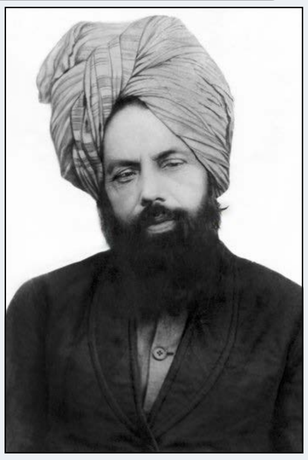

انسانی پیدائش کی غرض

’’انسان کی پیدائش کی اصل غرض تو عبادت الٰہی ہے لیکن اگر وہ اپنی فطرت کو خارجی اسباب اور بیرونی تعلقات سے تبدیل کر کے بیکار کر لیتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ اس کی پرواہ نہیں کرتا۔ اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے۔ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ۔ (الفرقان:78) مَیں نے ایک بار پہلے بھی بیان کیا تھا کہ مَیں نے ایک رؤیا میں دیکھا کہ ایک جنگل میں کھڑا ہوں۔ شرقاً غرباً اس میں ایک بڑی نالی چلی گئی ہے اس نالی پر بھیڑیں لٹائی ہوئی ہیں اور ہر ایک قصاب کے جو ہر ایک بھیڑ پر مسلط ہے، ہاتھ میں چھری ہے جو انہوں نے ان کی گردن پر رکھی ہوئی ہے اور آسمان کی طرف منہ کیا ہوا ہے۔ مَیں ان کے پاس ٹہل رہا ہوں۔ مَیں نے یہ نظارہ دیکھ کر سمجھا کہ یہ آسمانی حکم کے منتظر ہیں، تو مَیں نے یہی آیت پڑھی قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ (الفرقان: 78) یہ سنتے ہی ان قصابوں نے فی الفور چھریاں چلا دیں۔ اور یہ کہا کہ تم ہو کیا؟ آخر گوہ کھانے والی بھیڑیں ہی ہو۔

غرض خدا تعالیٰ متقی کی زندگی کی پرواہ کرتا ہے اور اس کی بقا کو عزیز رکھتا ہے۔ اور جو اس کی مرضی کے برخلاف چلے وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا اور اس کو جہنم میں ڈالتا ہے۔ اس لئے ہر ایک کو لازم ہے کہ اپنے نفس کو شیطان کی غلامی سے باہر کرے۔ جیسے کلوروفارم نیند لاتا ہے اسی طرح پر شیطان انسان کو تباہ کرتا ہے اور اسے غفلت کی نیند سلاتا ہے اور اسی میں اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 118-119 ایڈیشن 1989ء)

اس شمارہ میں

- صلائے عام (منظوم)
- مذہب اسلام نے دلوں کو تلوار کے ساتھ فتح نہیں کیا (اداریہ)
- سورۃ الحجرات، ق اور الذّٰریٰت کا تعارف
- حضرت میاں محمد سعید سعدی رضی اللہ عنہ۔ لاہور

دربارِ خلافت

حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت میں صحابہؓ کی بعض روایات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

مَیں نے کچھ عرصہ سے وقتاً فوقتاً صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روایات کا بیان شروع کیا ہوا ہے۔ پہلے تو مجموعی روایات شروع میں لی تھیں۔ پھر خیال آیا کہ مختلف عناوین کے تحت بیان کروں۔ سو یہ سلسلہ گزشتہ کئی ماہ سے بلکہ سال سے زیادہ عرصہ سے چل رہا ہے۔ آج بھی مَیں اس کے تحت صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ روایات جو ان کی اپنی رؤیا و کشوف کے بارے میں ہیں، وہ بیان کروں گا۔ جو اصل میں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت ثابت کرنے کے لئے ہیں۔ یا ایمان اور یقین میں بڑھانے کے لئے ہیں اور بیان کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہمارے اندر بھی وہ ایمان اور یقین پیدا ہو، وہ تعلق باللہ پیدا ہو اور ہم لوگ بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ ایسے سچے تعلق کو قائم کرنے والے بن جائیں جس کو پیدا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں تشریف لائے تھے۔ کیونکہ مختلف رنگ میں یہ روایات بیان ہو رہی ہوتی ہیں اور بعض دفعہ مختلف جگہوں میں بیان ہوئی ہیں اس لئے عموماً میری کوشش یہی ہوتی ہے کہ دوبارہ بیان نہ ہوں، چیک تو کروایا جاتا ہے لیکن بہر حال بعض ہوسکتا ہے دوبارہ بھی آجائیں۔ پہلی روایت حضرت سردار کرم داد خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے جنہوں نے 1902ء میں بیعت کی تھی اور اُسی سال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت بھی کی۔ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بیعت کرنے سے پہلے خواب میں دیکھا۔ وہ اس طرح کہ ایک سڑک ہے جس پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مل کر ٹہلتے آ رہے ہیں۔ بندہ سامنے سے آ رہا ہے۔ (یعنی یہ کہتے ہیں مَیں اُن کے سامنے سے آ رہا ہوں) حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مخاطب کر کے انگلی کا اشارہ کر کے فرماتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے، یہ خدا کی طرف سے ہے۔ یہ تین دفعہ حضور نے فرمایا۔ کہتے ہیں جب مَیں نے 1902ء میں بمقام قادیان دارالامان جبکہ چھوٹی مسجد ہوا کرتی تھی (مسجد مبارک جبکہ چھوٹی مسجد تھی) بیعت کی تو اسی حلیہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پایا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ جلد 5 صفحہ 1 روایت حضرت سردار کرم داد خان صاحبؓ)

پھر حضرت کریم الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں جنہوں نے 1896ء میں بیعت کی اور اُسی سال ان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت بھی نصیب ہوئی۔ کہتے ہیں کہ 1896ء کے تقریباً نصف حصہ میں بذریعہ خواب بندہ کو (یعنی کہ ان کو اُس سال کے مئی جون کے قریب) خواب میں ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت جبکہ حضور اونٹنی پر سوار تھے، ہوئی۔ (خواب میں دیکھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اونٹنی پر سوار تشریف لا رہے ہیں) کہتے ہیں پھر بندہ کو حضور کی زیارت بصورت اکیلے ہونے کے جبکہ ایک ایسے کھیت میں سے گزر رہے تھے جو کہ تازہ تازہ جوتا گیا تھا اور جس میں مٹی کے ابھی بڑے بڑے ڈھیلے تھے اور حضور اس میں سے میری طرف کو آ رہے تھے، ہوئی۔ (یعنی یہ بھی خواب بیان کر رہے ہیں) اور حضور نے بڑے تپاک اور محبت سے بندہ سے مصافحہ کیا اور بندہ اس حالت میں بہت خوش ہوا۔ خواب ہی میں اس سے پہلے ایک نقشبند پیر سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا اور اس پیر نے میرے ہاتھ کو پرے ہٹا کر کہا کہ چل بے دین۔ (حالانکہ سلام کرنے کا اسلام کا حکم ہے۔ بہر حال اس نے بے دین کہہ کر سلام نہیں کیا۔) کہتے ہیں اس کے بعد حضور سے ملاقات ہوئی اور حضور بڑے تپاک سے ملے۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ جلد 5 صفحہ 38 روایت حضرت کریم الدین صاحبؓ)

حضرت کریم الدین صاحبؓ ہی بیان کرتے ہیں کہ ایک خواب میں مَیں نے دیکھا کہ چوہدری نبی بخش صاحب حوالدار پولیس کو جو کہ حضور سے شرفِ بیعت حاصل کر چکے تھے، الہام ہوتا ہے۔ (خواب میں ان کو بتایا گیا، یہ پولیس کے حوالدار جو ہیں، ان کو الہام ہوتا ہے۔ یہ آجکل کی پولیس نہیں ہے پاکستان کی یا ہندوستان کی جن کو سوائے رشوت کے اور بے ایمانی کے اور کچھ نہیں آتا۔ یہ اُس زمانے کے لوگ تھے جن کا اللہ تعالیٰ سے تعلق تھا۔ تو کہتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ ان کو الہام ہوتا ہے۔) کہتے ہیں یہ خواب مَیں نے اپنے ایک دوست سید محمد علی شاہ صاحب کو سنائی۔ اور انہوں نے کہا یونہی سر نہ کھاؤ۔ لیکن جب میں صبح کی نماز پڑھ کر مسجد سے واپس آیا اور سورج نکل رہا تھا تو سید مولوی محمد علی شاہ صاحب مرحوم اور چوہدری نبی بخش صاحب کچھ الفاظ جو چوہدری صاحب نے کاغذ پر رات کو لکھے ہوئے تھے اور ادھر اُدھر اوپر نیچے تھے اور بے ترتیب تھے، ان کو ترتیب دے رہے تھے۔ (سید محمد علی شاہ صاحب نے ان سے تو یہی کہا کہ یونہی میرا دماغ نہ کھاؤ۔ کوئی الہام شلہام نہیں ہوتا چوہدری صاحب کو۔ لیکن کہتے ہیں نماز سے مَیں واپس آ رہا تھا تو چوہدری نبی بخش صاحب بھی اور محمد علی شاہ صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپس میں ان کا تعلق تھا

بقیہ صفحہ 5 پر

صلائے عام

چل رہا ہے راستی کے بل پہ اپنا کارواں
ہے صلائے عام یارو! تم بنو سب پاسباں

کارواں کی پاسبانی وہ مقدس فرض ہے
جس کے بدلے مل رہا ہے نیک نامی کا جہاں

ایک دن مامن بنے گا ساری دنیا کا یہی
بجلیوں کی زد میں ہے گو آج اپنا آشیاں

راستی کے نقش سارے زندۂ جاوید ہیں
جبکہ باطل کے پجاری ہو رہے ہیں بے نشاں

راستی آبِ بقا ہے، راستی تقویٰ نشاں
اس پہ قائم ہے ازل سے گردشِ کون و مکاں

ہر طرف ہیں خیمہ زن تاریکیوں کے دَل کے دَل
نور افشاں ہے فقط اب احمدیت بے گماں

ہم چراغِ آخرِ شب بن کے چمکے بھی تو کیا ؟
لو زمامِ وقت تھامو! تم ہو اس کے پاسباں

محمد یعقوب امجد

اداریہ

مذہب اسلام نے دلوں کو تلوار کے ساتھ فتح نہیں کیا

جہاں دشمنانِ اسلام یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ اسلام بزورِشمشیر پھیلا ہے وہاں بعض مسلمانوں نے بھی اشد ترین مخالفین کے ہم نوا بن کر نظریہ اپنایا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اسلام محض اپنی صداقتوں کے زور سے داخل ہوا تھا۔تلوار نے پہلے ہل چلایا اور بعد میں اسلام نے بیج بویا تب کہیں جاکر اسلام کی فصل تیار ہوئی۔ ۔ ۔ یہ لوگ اعتراض کرتے وقت یہ امر بھول جاتے ہیں کہ جب دس ہزار قدوسیوں کی چمکتی ہوئی تلواروں کے نیچے عرب کے سفاک سرداروں کے سر کانپ رہے تھے تو اس وقت تاریخ عالم نے ایک عجیب نظارہ دیکھا کہ آنحضرتؐ کی طرف سے قتل عام کے فرمان کی بجائے مکہ کی فضاؤں میں ’’لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ‘‘ کے شادمانے بجنے لگے۔ اس روز تپتی ریت پر بے کس غلاموں کو لٹانے والوں چلچلاتی دھوپ میں ناداروں کو گھسیٹنے والوں کومعصوم انسانوں پر پتھروں کی بارش برسانے والوں کواورمعزز انسانوں کے سینے چیر کر ان کے دل اور جگر چبانے والوں کو الغرض ہر قاتل، ہرفسادی، ہر بدعہد اورلٹیرے کو معاف کر دیا۔

صرف اسی پر بس نہیں بلکہ ’’رحمۃ للعالمین‘‘ نے ایک قدم اورآگے بڑھاتے ہوئے خدائے پاک سے وحی پا کر ہمیشہ ہمیش کے لیے اعلان عام کر دیا

لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ ۟ۙ قَدۡ تَّبَیَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَیِّ یہ اعلان کیوں نہ ہوتا میرے آقاؐ جانتے تھے کہ کوئی تلوار، کوئی طاقت، کوئی جبراور کوئی تشدد خواہ کتناہی ہیبت ناک کیوں نہ ہو دلوں کو تبدیل کرنے کی اتنی طاقت نہیں رکھتا جتنی ایک حقیر چیونٹی بلند و بالا پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ٹلانے کی رکھتی ہے۔

اسی طرح کیا یہ اعلان ’’فَمَنۡ شَآءَ فَلۡیُؤۡمِنۡ وَّ مَنۡ شَآءَ فَلۡیَکۡفُرۡ‘‘ اور یہ اعلان ’’لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ‘‘ اس امر کی بین دلیل نہیں کہ اسلام تلوار سے نہیں پھیلا۔

حقیقت یہی ہے کہ مذاہب اخلاق سے دلوں کو فتح کیا کرتے ہیں نہ کہ تلوار کے زور سے۔ ۔ ۔ یہی وجہ تھی کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء نے اپنے اعمال اور اپنی زندگیوں سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ سچے مذہب کے نام لیوا مظلوم بن کر زندہ رہا کرتے ہیں ظالم بن کر نہیں۔ اسی وجہ سے میرے مظلوم آقا نے جس کی پرواز ’’سدرۃ المنتھیٰ‘‘ تک تھی کسی مذہب کے نام پر جبر کی تعلیم نہیں دی۔عفت کے نام پر عصمتوں کے لٹانے کا حکم نہیں دیا اورعبادت کی آڑ میں معبدوں کو مسمار کرنے پر انگیخت نہیں کیا۔ مگر یہ اسلام دشمن عناصر اور نام نہاد مولوی آپؐ کی قوت قدسیہ کا ہولناک نقشہ یوں کھینچتے ہیں کہ آپ کی مسلسل تیرہ سال کی دعوت اسلام تو دلوں کو فتح کرنے سے قاصر رہی مگر تلوار اور جبروت نے دلوں کو فتح کیا۔ وعظ وتلقین کے مؤثر سے مؤثر انداز توصحرائی ہواؤں کی نذر ہو گئے لیکن نیزوں کی انیوں نے دلوں کی گہرائیوں تک اسلام پہنچا دیا آپ کے مضبوط دلائل توعقل انسانی میں جاگزیں نہ ہو سکے مگر گرزوں کی مار کو توڑ کر ان کی عقلوں کو قائل کر گئی۔ ان کی قوت استدلال کو متاثر نہ کر سکے مگر گھوڑوں کی ٹاپوں نے ان کو اسلام کی صداقتوں کے تمام راز سمجھا دیئے۔ فصاحت و بلاغت کام نہ آئی اور زور دار خطبے بے کار رہے حتیٰ کہ خدا کی طرف سے ظاہر ہونے والے محیرالعقول معجزے تیر کی طرح خائب و خاسر رہے مگر داعی اسلام کی تلوار اسلام اپنی طرف قائل کرتی چلی گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ

اے اسلام دشمن عناصر اور نام نہاد مولویو! تم نے مبلغ اعظم کی طرف ایک گولی پھینکی ہے اور وہ بھی کڑوی، ناپاک اور زہریلی گولی، تم یاد رکھوحضرت محمدؐ کے پاس رحم و مروت کی تلوارتھی، دوستی اور درگزر کی تلوارتھی۔ جو مخالفین پر پورے طور پر کارگر ہوتی ہے اور ان کے قلب کو پاک وصاف مثل آئینہ بنا دیتی ہے اور اس کی کاٹ اس مادی تلوار سے بڑی زبردست اور تیز ہوتی ہے۔ اے مولوں میں تم سے پوچھتا ہوں کہ بتاؤ کہ وہ کون سی تلوارتھی جو حمزہ اورطلحہ کے دلوں کو ایمان بخش گئی۔عبد الرحمن بن عوف، ابو عبیدہ بن عبد اللہ، عثمان بن مظعون اور سعد بن ابی وقاص کے دل کس تلوار سے مصفیٰ کئے گئے تھے اس پر بس نہیں تمام مہاجرین و انصار کے دلوں کے زنگ کس طرح کھرچے گئے تھے، کیا اس میں تلوار کے زور کا شائبہ تھا یا مبلغ اعظمؐ کے اخلاق کا اور خدا تعالیٰ کی پاک تعلیم کا۔

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام معترضین کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’اسلام ہرگز تلوار کے ساتھ نہیں پھیلا بلکہ پاک تعلیم کے ساتھ پھیلا ہے صرف تلوار اٹھانے والوں کو مزہ چکھایا تھا‘‘

ایک غیرمسلم پروفیسر رام دیواس اس امر کے بارہ میں اپنی تحقیق یوں پیش کرتے ہیں ’’مدینہ میں بیٹھے ہوئے محمد صاحب نے ان کے اندر جادو کی بجلی بھر دی وہ بجلی جو انسانوں کو دیوتا بنا دیتی ہے اور یہ غلط ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے اور یہ امر واقع ہے کہ اشاعت اسلام کے لیے کبھی تلوار نہیں اٹھائی گئی۔ اگر مذہب تلوار سے پھیل سکتا ہے تو آج کوئی پھیلا کر دکھائے‘‘

(برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول صفحہ 24)

پس تاریخ عالم اور تاریخ اسلام کا ایک ایک ورق اور ایک ایک لفظ اس نظریہ کو گھٹا رہا ہے کہ اشاعت اسلام میں تلوار کا کوئی ذرہ بھربھی دخل ہے بلکہ یہ کہہ رہی ہے اسلام تلوار کے زور کا مقابلہ کرتا ہوا پھیلا ہے۔کفار کی ہر تلوار مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے اٹھائی گئی۔ مگر وہی تلوارمسلمانوں کی تعداد میں روز افزوں ترقی کا باعث بنی اور ہم تاریخ کے اس فیصلہ پر مصر ہیں اور بانگ دہل مصر ہیں کہ محمدؐ کا دین اپنی اشاعت کے لئے کسی دوسرے کے سہارے کا محتاج نہیں۔

اسلامی جنگیں اور تبلیغ

آنحضرتؐ کے اعلان ’’اَلْاٰنَ نَغْزُوْهُمْ وَلَا يَغْزُوْنَا‘‘ کے بعد آپؐ کی زندگی کا ایک نیا دورشروع ہوتا ہے اور اس نئے دور کی تکمیل اس وقت صلح حدیبیہ سے ہوئی جب کہ انیس سال کی طویل کشمکش کے بعد جوشروع میں جابرانہ تشدد اور تعدیب کا رنگ رکھتی تھی اور آخر میں باقاعدہ جنگ کی صورت اختیار کر گئی ایک نسبتی اور عارضی امن کا ماحول پیدا ہوگیا۔سواس انیس سالہ خون آلود زندگی اور اس نسبتی امن کے دور کا موازنہ کیا جاتا ہے کہ اسلام نے انیس سال خون آلود زندگی میں کس قدر ترقی کی اورنسبتی دور میں کس قدر۔ ۔ ۔ سیرالصحابہ کی کتب میں مکی زندگی میں آپؐ کے عشاق کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہوتی سو اس کا کچھ اندازہ جنگی مہمات میں شامل ہونے والے مسلمانوں سے لگایا جا سکتا ہے۔ اسلام کی سب سے پہلی لڑائی غزوہ بدر میں مسلمان مجاہدین کی تعداد باختلاف روایات 310 سے 319 بتائی جاتی ہے۔ احد کے غزوہ میں مسلمانوں کی تعداد 700 تھی۔غزوہ خندق میں جو 5 ہجری میں ہوا میں عملاً لڑائی میں حصہ لینے والوں کی تعداد 1000 تھی۔ اس کے بعد 6 ہجری میں صلح حدیبیہ کے غزوہ میں 1400 مسلمان شریک ہوئے۔

گویا موٹے اندازے کے مطابق ان انیس سال میں اسلام چودہ سومسلمان جوان پیدا کر سکا۔ اس صلح کے ساتھ ہی امن کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے اور اس امن کا زمانہ شروع ہونے کے ساتھ ہی وہ بھاری بند جو اسلام کے دریا کے بہاؤ کو روکے ہوئے تھا۔ یکلخت ٹوٹ گیا اور اسلام کے حیات افزاء پانیوں کو کھلا رستہ ملنے سے اسلام نے جو حیرت انگیز ترقی کی۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ دو سال کے قلیل عرصہ کے بعد 8 ہجری میں فتح مکہ کے موقع پر مسلمانوں کی تعداد دس ہزارتھی گویا اس سال کی پر امن تبلیغ نے آٹھ ہزار چھ صد جوان کا اضافہ کیا۔ اس حیرت انگیز فرق کی ایک بنیادی وجہ آپس میں میل ملاپ کا بڑھنا تھا۔صحابہ نے جنگی مہمات کی طرف سے توجہ ہٹا کر تبلیغ کی طرف کی اور اس کا خاطرخواہ نتیجہ نکلا۔ اور اسلام دنیا بھر میں پھیلا۔

پس آج بھی ہم سب کو ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کرصحابہ کی تقلید میں دعوت الی اللہ کا فریضہ ادا کرتے چلے جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی احسن رنگ میں ادائیگی کی توفیق دیتا چلا جائے۔ آمین

(ابو سعید)

عائشہ چودھری۔ جرمنی

سورۃ الحجرات، قٓ اور الذٰریٰت کا تعارف

از حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

سورۃ الحُجُرات

یہ سورت فتح مکہ کے بعد مدینہ میں نازل ہوئی اور بسم اللہ سمیت اس کی انیس آیات ہیں۔

گزشتہ سورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جلال اور جمال کے جو مراتب بیان ہوئے ہیں اس کے بعد یہاں صحابہؓ کی یہ ذمہ داری بیان فرمائی گئی ہے کہ اس عظیم الشان رسول کے سامنے نہ تو نظر اٹھا کر بات کرنا تمہیں زیب دیتا ہے نہ اونچی آواز میں۔ چنانچہ وہ لوگ جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دُور سے آوازیں دیتے ہوئے اپنے گھر سے باہر آنے کی تکلیف دیا کرتے تھے ان پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا گیا ہے۔

اس کے بعد آیت نمبر 10میں آئندہ زمانہ میں مسلمان حکومتوں کے باہمی اختلاف کی صورت میں بہترین طریق کار کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو مسلمان حکومتوں کے آپس میں لڑنے کا کوئی سوال نہیں تھا۔ اس لئے دراصل اس آیتِ کریمہ میں ایک عظیم الشان چارٹر پیش کیا گیا ہے جو مسلمانوں ہی کے لئے نہیں غیر مسلموں کے لئے بھی قوموں کے اختلاف کی صورت میں اُن میں صلح کرانے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے بنیادی خدّ و خال یہ ہیں کہ :

1. اگر دو مسلمان حکومتیں آپس میں لڑ پڑیں تو باقی مسلمان حکومتوں کا فرض ہے کہ وہ اکٹھے ہو کر دونوں کو لڑائی سے روکیں اور اگر ان میں سے کوئی نصیحت نہ سنے تو فوجی اقدام کے ذریعہ اس کو مجبور کر دیں۔
2. پس جب وہ لڑائی سے باز آجائیں تو پھر ان کے درمیان صلح کروانے کی کوشش کرو۔
3. مگر جب صلح کروانے کی کوشش کرو تو کامل انصاف کے ساتھ کرو اور دونوں فریق کے ساتھ انصاف سے پیش آؤ کیونکہ آخری نتیجہ اس کا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرے ان کو وہ ہرگز ناکام نہیں ہونے دیتا۔

ایک دفعہ پھر متوجہ کیا جاتا ہے کہ اگرچہ یہاں خطاب مسلمانوں سے ہے مگر جو طریق کار اُن کو سمجھایا گیا ہے وہ تمام بنی نوع انسان کے لئے قابلِ تقلید ہے۔

اس کے بعد مختلف قوموں میں تفرقہ اور انشقاق کی بنیادی وجہ بیان فرمادی گئی جو دراصل نسل پرستی ہے۔ ہر قوم جب دوسری قوم سے تمسخر کرتی ہے تو اپنے آپ کو ان سے گویا الگ اور اعلیٰ نسل شمار کرتے ہوئے ایسا کرتی ہے۔ اس کے بعد متفرق ایسی معاشرتی خرابیاں بیان فرمادیں جن کے نتیجہ میں افتراق پیدا ہوتے ہیں۔

اس کے بعد یہ وضاحت فرمائی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے قوموں کو مختلف رنگوں اور نسلوں میں بانٹا کیوں ہے؟ اس کا مقصد یہ بیان فرمایا گیا کہ ایک دوسرے پر برتری جتانے کے لئے نہیں بلکہ ایک دوسرے کی پہچان میں سہولت کی خاطر ایسا کیا گیا ہے۔ مثلاً جب کہا جائے کہ فلاں شخص امریکن ہے یا فلاں جرمن ہے تو اس وجہ سے نہیں کہا جاتا کہ امریکن نسل کو سب پر فضیلت حاصل ہے یا جرمن نسل کو سب قوموں پر فضیلت حاصل ہے بلکہ محض پہچان کی خاطر یہ ذکر کیا جاتا ہے۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ، صفحہ 929-930)

سورۃ قٓ

یہ سورت ابتدائی مکی دور میں نازل ہوئی۔ بسم اللہ سمیت اس کی چھیالیس آیات ہیں۔

یہ سورت مقطعات میں سے حرف ’’ق‘‘ سے شروع ہوتی ہے۔ ’’ق‘‘ کے متعلق جیّد علماء کا خیال ہے کہ لفظ قدیر کا اختصار ہے۔ اور اس کے بعد پہلا لفظ قرآن آیا ہے جو ’’ق‘‘ ہی سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرنے والوں کا یہ بیان مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ میں یہ قدرت کہاں سے آگئی کہ ہمیں مر کر مٹی ہوجانے کے بعد ایک دفعہ پھر قیامت کے دن اکٹھا کرے۔ ان کے نزدیک یہ ایک بہت دُور کی بات ہے یعنی بعید از عقل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمیں معلوم ہے کہ زمین ان میں سے کیا کچھ کم کرتی چلی جارہی ہے لیکن اس کے باوجود ہم یہ قدرت رکھتے ہیں کہ ان کے منتشر ذرّات کو اکٹھا کر دیں۔ ان کی توجہ آسمان کی وسعتوں کی طرف پھیری گئی ہے کہ اتنی عظیم الشان کائنات میں کوئی ایک نقص بھی وہ نہیں دکھا سکتے، پھر اس کے پیدا کرنے والے کی قدرتوں کا وہ کیسے انکار کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ جو وساوس ان کے دل میں اٹھتے ہیں ہم کلیۃً ان سے باخبر ہیں کیونکہ ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

پھر یہ پیشگوئی فرمائی گئی کہ ضرور تم لوگ اٹھائے جاؤ گے اور اٹھائے جانے والوں کے ساتھ ان کو ایک ہانک کر لے جانے والا ہو گا اور ایک گواہ۔

جہنم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ بے دین انسان یکے بعد دیگرے گروہ در گروہ جہنم کا ایندھن بننے والے ہیں۔ ایک ایسی جہنم کا جس کا کبھی پیٹ نہیں بھرے گا۔ جب تمثیلی طور پر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ کیا تیرا پیٹ بھر گیا ہے تو وہ زبانِ حال سے جواب دے گی کہ کیا اور بھی ایسے بدقسمت ہیں؟ میرے اندر اُن کی بھی گنجائش ہے۔

اور اس کے برعکس جنت متقیوں کے قریب تر کر دی جائے گی۔ غَیۡرَ بَعِیۡد کا یہ مفہوم بھی ہے کہ یہ بات ہرگز بعید از قیاس نہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیحت فرمائی گئی کہ ان کے طعن و تشنیع کو صبر کے ساتھ برداشت کریں۔ جو پیشگوئیاں قرآن کریم میں فرمائی گئی ہیں وہ لازماً پوری ہو کر رہیں گی۔ پس قرآن کریم کے ذریعہ تُو اس شخص کو نصیحت کرتا چلا جا جو میری تنبیہ سے ڈرتا ہو۔

یہاں یہ مراد نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چن چن کر صرف اس کو نصیحت کریں گے جو تنبیہ سے ڈرتا ہو۔ نصیحت تو آپ تمام بنی نوع انسان کو کر رہے ہیں مگر فائدہ وہی اٹھائے گا جو تنبیہ سے ڈرنے والا ہو گا۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ، صفحہ 936)

سورۃ الذاریات

یہ سورت ابتدائی مکی سورتوں میں سے ہے۔ بسم اللہ سمیت اس کی اکسٹھ آیات ہیں۔

اس سورت کے آغاز ہی میں گزشتہ سورتوں کی پیشگوئیوں کو جن میں جنت وجہنم وغیرہ کی پیشگوئیاں شامل ہیں اتنا یقینی بیان فرمایا گیا ہے جیسے قرآن کے مخاطب آپس میں باتیں کرتے ہیں۔

اس سورت کریمہ میں آئندہ زمانہ میں پیش آمدہ جنگوں کو پھر بطور گواہ ٹھہرایا گیا تا کہ جب بنی نوع انسان ان پیشگوئیوں کو یقینی طور پر پورا ہوتا دیکھ لیں تو اس بات میں کوئی شک نہ رہے کہ جس رسول پر یہ غیب کھولا گیا، مرنے کے بعد کی زندگی کے امور بھی یقینی طور اسے عالم الغیب اللہ نے بتائے۔

فرمایا: ’’قسم ہے بیج بکھیرنے والیوں کی۔۔۔۔‘‘ اب ظاہری طور پر لفظاً لفظاً بھی یہ پیشگوئی پوری ہوچکی ہے کیونکہ واقعی آجکل ہوائی جہازوں اور ہیلی کاپٹروں کے ذریعہ بیج بکھیرے جاتے ہیں اور بہت بڑے بڑے بوجھ اٹھا کر جہاز اُڑتے ہیں اور باوجود ان بوجھوں کے سبک رَو ہوتے ہیں اور اہم اطلاعات ان جہازوں کے ذریعہ مختلف غالب قوموں کو بھی پہنچائی جاتی ہیں اور مغلوب اور مقہور قوموں کو بھی۔ ان سب کو گواہ ٹھہرا کر یہ نتیجہ نکالا گیا کہ جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو وہ یقیناً ہو کر رہنے والا ہے اور جزا سزا کا دن یعنی فیصلے کا دن دنیا میں دنیاوی قوموں کے لئے بھی ہو گا اور آخرت میں تمام بنی نوع انسان کے لئے بھی۔

اس کے بعد یہ واضح کر دیا گیا کہ یہ بیج بکھیرنے والیاں اور بوجھ اٹھانے والیاں کوئی زمین پر بوجھ اٹھا کر چلنے والی چیزیں نہیں ہیں بلکہ آسمان پر اُڑنے والے وجود ہیں۔ چنانچہ اس آسمان کو گواہ ٹھہرایا گیا جو فضائی راستوں والا آسمان ہے۔ چنانچہ آج نظر اٹھا کر دیکھیں تو ہر جگہ جہازوں کے رستوں کے نشان ملتے ہیں۔ پس ان سب امور کا نتیجہ یہ نکالا گیا کہ تم آخرت کا انکار کر کے شدید گمراہی میں مبتلا ہو چکے ہو۔ اگر نعوذ باللہ یہ باتیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما رہے ہیں کسی اٹکل پچو مارنے والے کی باتیں ہوتیں تو اٹکل پچو سے کام لینے والے تمام ہلاک ہو گئے مگر یہ رسولؐ ہمیشہ کے لئے باقی ہے۔

یہ کلام فصاحت و بلاغت کا مرقع ہے۔ آسمان سے بیج بکھیرنے والیوں کے ذکر کے بعد اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ تمہارے رزق کے سب ذرائع آسمان سے اترتے ہیں لیکن ایک آسمانی رزق وہ بھی ہوتا ہے جس کی کُنہ انسان نہیں سمجھ سکتا اور فرشتوں کو بھی وہی رزق دیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کا ذکر فرمایا جو ملائک تھے اور انسانی روپ میں آپؑ پر ظاہر ہوئے تھے۔ جب ان کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ بہترین رزق رکھا جو انسانوں کی زندگی کا سہارا بنتا ہے تو انہوں نے اس کو کھانے سے انکار کر دیا کیونکہ ان کو عطا ہونے والا رزق مختلف نوعیت کا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کے بعد اور بہت سے گزشتہ انبیاء کا بھی ذکر فرمایا۔

اس کے بعد ایک ایسی آیت ہے جو آسمان کے ہمیشہ وسعت پذیر ہونے کا ذکر کرتی ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسی انسان کو واہمہ تک نہ تھا۔ فی زمانہ ماہرین فلکیات نے یہ حقیقت پیش کی ہے کہ آسمان ہمیشہ وسعت پذیر رہتا ہے یہاں تک کہ ایک اجلِ مسمّٰی تک پہنچنے کے بعد پھر ایک مرکز کی طرف لوٹ آئے گا۔

رزق کے مضمون کو اس رنگ میں بھی پیش فرمایا کہ تمام انسانی اور ملکوتی وجود بہرحال کسی نہ کسی نوعیت کے رزق کے محتاج ہیں۔ صرف ایک ذات ہے جو کسی رزق کی محتاج نہیں اور وہ اللہ کی ذات ہے جو رازقِ کُل ہے۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، صفحہ 943-944)

غلام مصباح بلوچ۔ استاد جامعہ احمدیہ کینیڈا

حضرت میاں محمد سعید سعدی رضی اللہ عنہ۔ لاہور

حضرت میاں محمد سعید سعدی رضی اللہ عنہ لاہور کی مشہور میاں فیملی کے چشم و چراغ تھے۔ تاریخ احمدیت لاہور میں آپ کا تعارف یوں درج ہے:

’’میاں محمد سعید صاحب سعدی بھی حضرت میاں چراغ دین صاحب رئیس لاہور کے صاحبزادہ تھے۔ بڑے جوشیلے اور غیور احمدی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کا گہرا مطالعہ رکھتے تھے، خصوصًا لاہوری فریق کے ساتھ بحث میں انہیں یدطولیٰ حاصل تھا چنانچہ اس سلسلہ میں کئی چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ آپ کی یادگار موجود ہیں۔ ....ایک مرتبہ 1917ء میں آپ نے حضرت حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیر کے ساتھ مل کر پنجاب کی انجمنوں کی تنظیم کے سلسلہ میں دورہ بھی کیا تھا۔ آپ نے بھی ایک عرصہ تک چیف انجنیئر محکمہ انہار کے دفتر میں ملازمت کی مگر پھر بیماری کی وجہ سے استعفیٰ پیش کر دیا۔‘‘

(تاریخ احمدیت لاہور مصنفہ شیخ عبدالقادر سوداگر مل صاحب صفحہ 178)

آپ کے حالات زندگی مہیا نہیں ہو سکے، جماعتی لٹریچر میں آپ کے علمی مضامین محفوظ ہیں جن سے آپ کی علمی وسعت، گہرے مطالعے اور فہم و فراست کا علم ہوتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا آپ کی خاص فیلڈ غیر مبائعین کے ساتھ بحث تھی، آپ غیر مبائعین کے لٹریچر کا فوری اور غیرت مندانہ جواب دیتے۔ آغاز خلافت ثانیہ میں حضرت مولانا غلام رسول راجیکی رضی اللہ عنہ نے جب لاہور میں غیر مبائعین کی سرگرمیوں کا مقابلہ کیا تو آپ بھی اُن کے ساتھ تھے، چنانچہ تاریخ احمدیت لاہور لکھتی ہے:

’’ان ایام میں غیر مبائعین کے ساتھ بحث کرنے کے لیے حضرت مولوی صاحبؓ کے خاص معاون حضرت میاں محمد سعید صاحب سعدی ابن حضرت میاں چراغ دین صاحب تھے۔ میاں سعدی مرحوم کو مبائعین اور غیر مبائعین کے درمیان متنازعہ تحریرات زبانی یاد تھیں اور اس قسم کی تحریرات پر مشتمل آپ نے بعض ٹریکٹ بھی لکھے تھے۔ حضرت میاں سعدی مرحوم کی وجہ سے اس خاندان کے بعض بچے بھی غیر مبائعین کے ساتھ گفتگو کا خاص ملکہ رکھتے تھے۔‘‘

(تاریخ احمدیت لاہور صفحہ 449)

جماعتی لٹریچر میں شائع شدہ آپ کے مضامین کی ایک فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے:

محمدی ختم نبوت کی اصل حقیقت

(تشحیذ الاذہان اگست 1917ء صفحہ 1 تا 61)

مسئلہ بروز

(تشحیذ الاذہان مئی 1914ء صفحہ 33 تا 38)

مسئلہ نبوت

(تشحیذ الاذہان فروری 1915ء صفحہ 1 تا 80)

نبی آخر الزمان

(تشحیذ الاذہان فروری 1916ء صفحہ 1 تا 32)

تصدیق خلافت احمدیہ

(تشحیذ الاذہان دسمبر 1914ء صفحہ 13 تا 40)

خلیفہ اور انجمن

(تشحیذ الاذہان مارچ 1915ء صفحہ 33 تا 39)

مولوی محمد علی صاحب کا مذہب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سراسر خلاف ہے

(تشحیذ الاذہان ستمبر 1914ء صفحہ 21 تا 34)

کامل نبی

(تشحیذ الاذہان ستمبر، اکتوبر و نومبر 1915ء)

احمد موعود اور اس کے امتیازی نشانات

(تشحیذ الاذہان اکتوبر 1918ء صفحہ 21 تا 49)

احمد موعود

(تشحیذ الاذہان ستمبر 1918ء صفحہ 21 تا 34)

پیشگوئی اسمہٗ احمد کا مصداق مسیح موعود ہے

(تشحیذ الاذہان نومبر 1914ء صفحہ 1 تا 10)

چند غور طلب امور

(الفضل 13/ اپریل 1914ء صفحہ 5، 6)

تصدیق المسیح۔ حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت پر آپ کے مضامین مختلف اقساط میں

(الفضل 19/ جولائی 1914ء۔ الفضل 26/ جولائی 1914ء صفحہ 4۔ الفضل 9/ اگست 1914ء صفحہ 6۔ الفضل 30/ اگست 1914ء)

الانبیاء اخوۃ لعلات۔ حضرت مسیح موعود کے نبی ہونے پر ایک اور زبردست دلیل

(الفضل 26/ اگست 1915ء صفحہ 6)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام سے غیر مبائعین کے بکلی جھوٹے اور ناحق پر ہونے کا قطعی ثبوت

قسط نمبر 1 (الفضل 3/ ستمبر 1937ء صفحہ 6، 7)

قسط نمبر 2 (الفضل 9/ ستمبر 1937ء صفحہ 7-9)

غیر مبائعین کا بے اصولا پن مختلف اقساط میں مضمون

(الفضل 15/ اکتوبر 1937ء۔ الفضل 9/ جنوری و 18/ جنوری 1938ء)

آپ نے آغاز جنوری 1939ء کو وفات پائی، اخبار الفضل نے لکھا:

’’میاں محمد سعید صاحب سعدی ولد میاں چراغ دین صاحب مرحوم رئیس لاہور 3/ جنوری وفات پاگئی، انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی اور سلسلہ احمدیہ کے مخلص خادم تھے۔ خلافت ثانیہ میں انہوں نے سلسلہ کی نمایاں خدمت کی۔ درخواست ہے کہ تمام جماعت ہائے احمدیہ ان کا جنازہ غائب پڑھیں۔‘‘

(الفضل 6/ جنوری 1939ء صفحہ 2)

آپ کی اہلیہ نے ستمبر 1912ء میں وفات پائی۔

(بدر 19/ ستمبر 1912ء صفحہ 11)

تاریخ احمدیت لاہور کے مطابق آپ کی اولاد میں بشارت احمد، بشریٰ، سعیدہ، عارفہ تھے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَ ارْحَمْہٗ۔

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

اور کچھ کاغذوں کو ترتیب دے رہے تھے۔ تو کہتے ہیں مجھے شک پڑا کہ یہ رات کے کوئی الہامات ہیں یا ویسے الہامات ہیں جن کو ترتیب دے رہے ہیں)۔ تو مَیں نے اُن سے کہا کہ تم تو کہتے تھے کہ سر نہ کھاؤ (پہلے جب مَیں نے اس طرح بات کی تھی۔) اب بتاؤ یہ کیا بات ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ چونکہ لوگ مذاق کرتے ہیں، مخول کرتے ہیں، اس واسطے اظہار نہیں کرتے۔ کہتے ہیں اُسی وقت سے مجھے خیال آیا جبکہ حضور کے مریدین کو الہام ہوتے ہیں تو ضرور حضرت مسیح موعود سچے ہیں۔ اُس وقت میری عمر سولہ سترہ برس کی ہو گی۔ مَیں نے حضور کی کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی اور نہ ہی مجھے اس وقت تحقیق کا مادہ تھا کیونکہ میں بچہ ہی تھا اور دینی تعلیم بھی میری کوئی نہیں تھی۔ صرف قرآنِ کریم ناظرہ بے ترجمہ پڑھا تھا اور اُس وقت میری دنیاوی تعلیم صرف نارمل پاس تھی۔ (میرا خیال ہے آٹھویں پاس کہنا چاہتے ہیں) اور مَیں قلعہ صوبہ سنگھ میں نائب مدرس تھا۔ پھر ایک خواب میں مَیں نے دیکھا کہ مَیں ماہ تک (میرا خیال ہے ستمبر اکتوبر کا مہینہ ہے) مَیں فوت ہو جاؤں گا۔ مَیں انتظار کرتا رہا۔ اب میری موت کا وقت قریب آ گیا ہے اور میں ضرور کاتک میں (پنجابی مہینہ ہے) فوت ہو جاؤں گا۔ کیونکہ اس سے پہلے جو خوابیں مجھے آئیں وہ پوری ہو گئی تھیں، اس لئے مجھے یقین تھا کہ پہلی خوابیں پوری ہوتی رہی ہیں تو یہ بھی پوری ہو گی اور زیادہ سے زیادہ ستمبر اکتوبر تک میری زندگی ہے۔ لیکن کہتے ہیں کاتک گزر گیا اور میں نے محمد علی شاہ صاحب مرحوم سے عرض کیا کہ آپ تو کتابیں ہی پڑھتے رہیں گے اور آپ کی تسلی ہو گی۔ (محمد علی شاہ صاحب کا چوہدری نبی بخش صاحب کے ساتھ تعلق تھا، اُن کے الہامات کا بھی پتہ تھا کہ ہوتے ہیں، لیکن انہوں نے شاید اُس وقت تک بیعت نہیں کی تھی۔ لیکن بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متأثر تھے اور آپ کی کتب پڑھا کرتے تھے۔ تو کہتے ہیں مَیں نے اُن کو کہا آپ تو کتابیں پڑھتے رہیں گے اور پتہ نہیں آپ کی تسلی کب ہونی ہے لیکن مَیں تو آپ سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کر آؤں گا)۔ چنانچہ کہتے ہیں مَیں وہاں سے پیدل ہی چل پڑا اور قادیان پہنچا۔ جب مَیں یہاں آیا تو مَیں کئی دن ادھر اُدھر پھرتا رہا۔ ایک دن مَیں نے حکیم فضل دین صاحب بھیروی سے ذکر کیا کہ مَیں نے حضور کی بیعت کرنی ہے۔ تو حکیم صاحب نے فرمایا کہ مَیں نے سمجھا کہ یونہی لڑکا اِدھر اُدھر پھر رہا ہے۔ حکیم صاحب مرحوم نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں میری بیعت کی خواہش کا ذکر کیا تو حضرت اقدس نے منظور فرمایا اور اپنے ہاتھ میں میرا ہاتھ لے کر صرف مجھ اکیلے ہی کو شرفِ بیعت عطا فرمایا۔ میں نے حضرت مسیح موعودؑ کو جیسا کہ خوابوں میں دیکھا تھا، آ کر بعینہٖ ویسا ہی پایا۔ یہ خداوند تعالیٰ کی خاص موہبت عظمیٰ ہے جو کہ مجھ پر ہوئی ورنہ معلوم نہیں میری کیا حالت ہوتی اور میرا نام اصحابِ بدر میں نمبر اڑسٹھ یا انہتّر پر جو کہ ضمیمہ انجامِ آتھم میں فہرست دی گئی ہے، لکھا ہے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ جلد 5 صفحہ 38تا40 روایت حضرت کریم الدین صاحبؓ)

یہ انہتر نمبر (69) پر ان کا نام وہاں، ضمیمہ انجامِ آتھم میں لکھا گیا ہے۔

(خطبہ جمعہ 7/ دسمبر 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

عاطف وقاص۔ ٹورنٹو کینیڈا

آؤ! اُردو سیکھیں

سبق نمبر 32

ضمیر: Pronoun

وہ الفاظ جو کسی اسم کی بجائے استعمال کئے جاتے ہیں اردو زبان میں ضمیر کہلاتے ہیں۔ ان کے استعمال کی وجہ اکثر زبانوں میں تقریباً ملتی جلتی ہے۔ یعنی کسی اسم یا نام کو بار بار استعمال کرنے سے بچنا کیونکہ اس طرح تحریر وتقریر میں روانی قائم نہیں رہتی اور پڑھنے والوں اور سننے والوں پہ بھی کسی نام کا بار بار لیا جانا ناگوار گزرتا ہے۔

ضمیر کی مثالیں: وہ، تم، میں آپ وغیرہ ہیں۔

ضمیر کی اقسام

1۔ شخصی 2۔ موصولہ 3۔ استفہامیہ 4۔ اشارہ، 5۔ تنکیر

شخصی ضمیر: یہ اشخاص یعنی انسانوں کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔ اس کی تین صورتیں ہیں (Forms)

جو بات کرتا ہے، ضمیر متکلم (کلام یعنی بات کرنے والا): First Person

جس سے بات کی جاتی ہے (مخاطب یعنی جس کو مخاطب کیا جائے): Second Person

جس کی بات کی جاتی ہے (غائب): Third Person

جبکہ اس کی تین حالتیں ہیں: Three Cases

فاعلی، مفعولی، اضافی: Subjective, objective, Possessive

ضمیر متکلم: میں اور ہم۔ میں واحد کے لئے اور ہم جمع کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

(میں) حالت فاعلی: Subjective Case

(مجھے یا مجھ کو) حالت مفعولی: Objective Case

(میرا) حالت اضافی یعنی ملکیت: Possessive Case

(ہم) حالت فاعلی: Subjective Case

(ہمیں یا ہم کو) حالت مفعولی: Objective Case

(ہمارا) حالت اضافی یعنی ملکیت: Possessive Case

یعنی جب انسان خود اپنی بات کرتا ہے تو کہتا ہے کہ میں نے یہ کہا یا میں یہ لکھا وغیرہ تو یہ ضمیر متکلم کی فاعلی حالت ہوتی ہے۔ جب کوئی اس انسان سے کوئی معاملہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ مجھے یہ کہا گیا یا مجھ کو بتایا گیا وغیرہ تو یہ ضمیر متکلم کی مفعولی حالت ہوتی ہے۔ اسی طرح جب وہ کہنا چاہتا ہے کہ یہ چیز میری ملکیت ہے تو وہ کہتا ہے میری تحریر، میرا کھانا، میرا کام وغیرہ اور یہ ضمیر متکلم کی اضافی حالت ہوتی ہے۔ یہی معاملہ ہم کے ساتھ ہے۔

ضمیر مخاطب: تو اور تم

(تُو) حالت فاعلی: Subjective Case

(تجھے یا تجھ کو) حالت مفعولی: Objective Case

(تیرا) حالت اضافی: Possessive Case

جب کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو مخاطب کرتا ہے تو وہ اسے تُو، تم یا آپ کہتا ہے۔ جدید اردو میں تُو کا استعمال جب کسی انسان کے لئے کیا جائے تو یہ حقارت کے معنوں میں ہوگا لیکن جب تُو خدا تعالیٰ کے لئے آئے تو اس کی وحدانیت کی شان کو ظاہر کرتا ہے۔ پس انسانوں کو بے تکلفی کی صورت میں، کم عمری، کم مرتبہ ہونے کی صورت میں تم کہا جاتا ہے۔ تاہم انتہائی محبت کے لئے بھی تم استعمال کیا جاتا ہے۔ تاہم تم واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے تم اچھے انسان ہو۔ تم لوگ اپنی تعلیم پہ توجہ دو۔ جب تم جمع کے لئے استعمال ہوتا ہے تو اس کے ساتھ بعض الفاظ استعمال ہوتے ہیں جیسے تم لوگ، تم سب، تم سارے وغیرہ۔ اسی طرح جدید اردو میں آپ بھی واحد، جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ آجکل کی مہذب دنیا میں کم عمر، ماتحتوں کو بھی مہذب انداز میں مخاطب کرنے کے لئے آپ کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ عزت اور مرتبے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ جس طرح تُو سے تجھے یا تجھ کو اور تیرا بنتے ہیں اسی طرح تم سے تمھیں یا تم کو اور تمھارا بنتے ہیں اور یہ بالترتیب حالت فاعلی، حالت مفعولی اور حالت اضافی کو ظاہر کرتے ہیں۔ اردو میں جس حالت کو حالت اضافی کہا جاتا ہے وہ دراصل ملکیت کو ظاہر کرتی ہے۔ اور اس کے لئے درست اصطلاح حالت ملکیت ہونی چاہئے۔

ضمیر غائب: وہ

(وہ) حالت فاعلی: Subjective Case

اسے یا اس کو حالت مفعولی: Objective Case

(اس کا) حالت اضافی یعنی ملکیت: Possessive Case

بس 'وہ' مذکر اور مونث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے وہ لڑکا، وہ عورت، وہ مرد، وہ مکان، وہ دکان وغیرہ۔ اسی طرح جمع کے لئے بھی 'وہ' ہی استعمال ہوتا ہے جیسے وہ لڑکے، وہ عورتیں، وہ مکانات، وہ دکانیں۔ تاہم جب حالت مفعولی ہو تو واحد اور جمع میں فرق آجاتا ہے۔ جیسے واحد کے لئے اسے یا اس کو استعمال ہوتا ہے۔ یہ کتاب اس لڑکے کو دے آؤ۔ یہ بچہ اس عورت کا ہے۔

جمع کی صورت میں 'ان' کو یا 'انھیں' استعمال ہوگا۔ یہ کتابیں ان بچوں کو دے دو۔ ان بچوں سے ان کا نام پوچھو۔ ان عورتوں کو ادویات پہنچادو۔ یہ خط انھیں دے دیں۔ 'انھیں' عزت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور جمع کے لئے بھی۔

حالت اضافی یا ملکیت میں بھی واحد اور جمع کا فرق ہے مگر مذکر اور مونث کا کوئی فرق نہیں۔ اس لڑکے یا لڑکی سے اس کا نام پوچھو۔ یہ گھر اس کا ہے۔ ان لڑکوں سے ان کا نام پوچھو۔ ہمارے محلے میں غیر ملکی رہتے ہیں یہ گھر ان کا ہے۔ چند خاص باتیں ضمائر سے متعلق:

تُو جو واحد مخاطب کی ضمیر ہے۔ عام بول چال میں صرف اس وقت استعمال کی جاتی ہے جب غصہ، نفرت یا حقارت کا اظہار کرنا ہو۔

تُو خدا تعالیٰ کے لئے اس کی وحدانیت کی شان کے اظہار کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ جس میں شدید محبت اور اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ کوئی تیرے جیسا نہیں۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

تُو شاعری اور ادبی نثر میں بھی محبت کے لئے یا انتہائی توقع کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کہیں اے میرے پیارے بیٹے مجھے تجھ سے یہ امید نہ تھی۔ تو یہاں حقارت نہیں انتہائی توقع کا اظہار ہے جو ٹوٹ گئی۔

تم بھی شاعری اور نثر میں بعض اوقات انتہائی محبت، بے تکلفی یا دوستی کے رشتے کے اظہار کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

ہم جو کہ ضمیر متکلم کی جمع ہے واحد کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس کی وجہ اندازِ گفتگو ہوسکتا ہے جیسے بعض علاقوں میں لوگ میں کی بجائے خود کو ہم کہتے ہیں۔ اسی طرح طاقتور اور امیر لوگ یا علم ومعرفت اور روحانیت میں بہت بڑے مقام پہ فائز لوگ بھی خود کو ہم کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ جیسے بادشاہ کہتے ہیں کہ ہمارے حکم کی تعمیل کیوں نہیں ہوئی، اردو کے مشہور ادیب اور شعراء بھی میں کی بجائے ہم کا لفظ استعمال کرتے رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے مقدس ملفوظات میں بھی خود کے لئے ہم کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ ہم کا استعمال بات کرنے والا اس صورت میں بھی کرتا ہے جب وہ بات کو عمومیت کا رنگ دینا چاہے۔ جیسے ہم سب نے ہی ایک دن دنیا سے چلے جانا ہے۔ ہماری قوم ترقی نہیں کرسکتی وغیرہ۔

آپ عزت و احترام کے لئے واحد غائب کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے آپ نے فرمایا، آپ نے صبر کا نمونہ دکھایا وغیرہ۔ باقی آئندہ ان شاء اللہ

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

اُس انسان کی طرف سے اگر تکاہل اور تساہل ہوگا تو اِدھر سے بھی حرکت نہ ہوگی۔ اُدھر سے مجاہدہ ہوگا تو اِدھر سے بھی حرکت ہوگی۔ مجاہدہ ایک ایسی شے ہے کہ اس کے بدوں انسان کسی ترقی کے بلند مقام کو پا نہیں سکتا۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے

وَالَّذِیۡنَ جَاہَدُوۡا فِیۡنَا لَنَہۡدِیَنَّہُمۡ سُبُلَنَا

(العنکبوت: 70)

جو لوگ ہم میں ہوکر مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان پر اپنی راہیں کھول دیتے ہیں۔ غرض مجاہدہ کرو اور خدا میں ہوکر کرو تا کہ خدا کی راہیں تم پر کھلیں اور ان راہوں پر چل کر تم اس لذت کو حاصل کرسکو جو خدا میں ملتی ہے۔ اس مقام پر مصائب اور مشکلات کی کچھ حقیقت نہیں رہتی۔ یہ وہ مقام ہے جس کو قرآن شریف کی اصطلاح میں شہید کہتے ہیں۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 180 ایڈیشن 2016ء)

اقتباس کے مشکل الفاظ کے معنی

اُس طرف سے: انسان کی طرف سے۔

تکاہل: کاہلی، سستی۔

تساہل: سستی، بے پروائی، غفلت۔

حرکت نہ ہونا: کوئی ردعمل نہ ہونا، جواب نہ ملنا، محبت کا اظہار نہ ہونا، نتیجہ نہ نکلنا۔

مجاہدہ: سخت محنت، کوشش۔

اس کے بدوں: اس کے بغیر، اس کے بنا۔

راہیں کھول دینا: عرفان، فہم و ادراک عطا فرمانا۔

خدا میں ہوکر: خدا تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے۔

مصائب: مصیبت کی جمع

مشکلات: مشکل کی جمع، جو کام آسان نہ ہو۔

کچھ حقیقت نہ رہنا: غیر اہم ہوجانا، بے اثر ہوجانا۔

قمر احمد ظفر۔ نمائندہ روزنامہ الفضل آن لائن جرمنی

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ مؤرخہ 26/نومبر 2021ء

بصورت سوال و جواب

سوال: حضرت عمرؓ کے دربار میں کن کا بڑا مقام تھا، چاہے وہ چھوٹی عمر کے نوجوان ہیں یا بچے ہیں یا بڑے ہیں؟

جواب: علم رکھنے والے خاص طور پر قرآنِ کریم کا علم رکھنے والوں کا

سوال: عُیَیْنَہ کی گستاخی اور حضرت عمرؓ کی ناراضگی کے تناظر میں حُرّ بن قیسؓ نے آپؓ سے عرض کیا، امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ سے فرمایا ہے۔ خُذِ الۡعَفۡوَ وَ اۡمُرۡ بِالۡعُرۡفِ وَ اَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰهِلِيۡنَ (الاعراف:200) یعنی اَے نبی! ہمیشہ عفو اختیار کر اور معروف کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کر۔ اور یہ عُیَیْنَہ جاہلوں ہی میں سے ہے، راوی حضرت ابنِ عبّاسؓ مزید اِس کی بابت کیا بیان فرماتے ہیں؟

جواب: اللہ کی قسم! جب حُرّ نے اُن کے سامنے یہ آیت پڑھی تو حضرت عمرؓ وہیں رُک گئے اور کچھ نہیں کہا اور حضرت عمرؓ کتاب اللہ کو سُن کر رُک جاتے تھے۔

سوال: حضرت عمرؓ کو جب کوئی معاملہ درپیش آتا تو آپؓ بچوں کو بُلاتے اور اُن سے بھی کس غرض سے مشورہ لیتے؟

جواب: آپؓ اُن کی عقلوں کو تیز کرنا چاہتے تھے۔

سوال: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس کچھ مال آیا اور آپؓ اُسے لوگوں میں تقسیم کرنے لگے، لوگوں نے کچھ بھیڑ لگا دی۔ کون لوگوں سے مزاحمت کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے اور آپؓ تک پہنچ گئے، آپؓ نے اُنہیں ایک دُرّہ لگایا نیز کیا کہا؟

جواب: حضرت سعدؓ بن ابی وقاص؛ تم زمین میں اللہ کے سلطان سے نہیں ڈرے اور اِژدھام کو چیرتے ہوئے آگے نکل آئے تو مَیں نے سوچا تم کو بتا دوں کہ اللہ کا سلطان بھی تم سے قطعًا نہیں ڈرتا!

سوال: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا، اَے لوگو! تم میں کوئی بھی شخص مجھ میں ٹیڑھا پن دیکھے تو اُسے سیدھا کر دے، ایک آدمی کھڑا ہؤا اَور کہا! اگر ہم آپؓ میں ٹیڑھا پن دیکھیں گے تو اُسے اپنی تلواروں سے سیدھا کریں گے، اِس پر آپؓ نے کیا ارشاد فرمایا؟

جواب: اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے اِس امّت میں ایسا بھی آدمی پیدا کیا ہے جو عمرؓ کے ٹیڑھے پن کو اپنی تلوار سے سیدھا کرے گا۔

سوال: بیت المال سے تقسیم کئے گئے کپڑے اور ایک آدمی کے اعتراض کہ اِس سے لوگ صِرف قمیض بنوا سکے، جوڑا مکمل نہیں ہؤا۔ حضرت عمرؓ کو بھی اُتنا ہی کپڑا مِلا ہو گا پھر آپؓ کا جوڑا کیسے تیار ہو گیا، اِس کی تفصیل بیان کرنے کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کیا تبصرہ فرمایا؟

جواب: بعض اِس قسم کے اُجڈ بھی ہوتے تھے لیکن اِس قسم کی باتیں تربیت یافتہ صحابہؓ جو تھے آنحضرتؐ کے اُن کے منہ سے کبھی آپ نے نہیں سُنیں گے یہ وہی لوگ ہیں جو دیر سے مسلمان ہوئے اور یا پھر بالکل ہی اُجڈ، اَن پڑھ جاہل تھے، جو کبار صحابہؓ تھے اُن میں ایسی باتیں نہیں پائی جاتی تھیں اُن میں کامل اطاعت ہوتی تھی۔

سوال: حضرت عمرؓ نے ایک اونٹ دیکھا جس پر بے بسی اور بیماری کے آثار بالکل نمایاں تھے، اِس بارہ میں سالمؒ بن عبد اللہؓ کیا بیان کرتے ہیں؟

جواب: حضرت عمرؓ بن خطاب نے اپنا ہاتھ اونٹ کی پُشت پر ایک زخم کے پاس رکھا اور خود کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ مَیں ڈرتا ہوں کہ کہیں تیرے بارہ میں اللہ کے ہاں میری باز پُرس نہ ہو۔

سوال: ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے پاس گرمی کے موسم میں دوپہر کے وقت عراق سے ایک وفد آیا، اُس میں اَحنف بن قیسؓ بھی تھے، حضرت عمرؓ سر پر پگڑی باندھ کر زکوٰۃ کے ایک اونٹ کو تارکول وغیرہ لگا رہے تھے، آپؓ نے اَحنف کو مخاطب کر کے کیا ارشاد فرمایا؟

جواب: اپنے کپڑے اُتارو اَور آؤ اِس اونٹ میں امیر المؤمنین کی مدد کرو، یہ زکوٰۃ کا اونٹ ہے، اُس میں یتیم، بیوہ اور مسکین کا حقّ ہے۔

سوال: یہود میں سے کسی شخص نے حضرت عمرؓ سے کہا، امیر المؤمنین! آپؓ کی کتاب میں ایک آیت ہے جسے آپؓ پڑھتے ہیں اگر وہ ہم پر یعنی یہود کی قوم پر نازل ہوتی تو ہم اِس دِن کو عید مناتے! حضرت عمرؓ نے پوچھا، وہ کون سی ہے؟ اُس نے کہا!

اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَ رَضِيۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا

(المآئدۃ:4)

یعنی آج کے دِن مَیں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے کامل کر دیا ہے اور تمہیں اپنی نعمت ساری کی ساری عطاء کر دی ہے اور مَیں نے اسلام کو بطورِ دین تمہارے لئے پسند کیا ہے۔ اِس پر حضرت عمرؓ نے کیا جواب دیا؟

جواب: ہمیں وہ دِن معلوم ہے اور وہ جگہ بھی جہاں نبیؐ پر یہ آیت نازل ہوئی تھی آپؐ اُس وقت جمعہ کے دن عرفات میں کھڑے تھے۔

سوال: کن کا فرمان ہے کہ مَیں نے حضرت قبیصہؓ بن جابرؒ کو یہ کہتے ہوئے سُنا! مَیں حضرت عمرؓ بن خطاب کے ساتھ رہا ہوں، مَیں نے آپؓ سے زیادہ کتاب اللہ کو پڑھنے والا اور اللہ کے دین کو سمجھنے والا اور آپؓ سے اچھا اِس کو درس و تدریس کرنے والا کوئی نہیں دیکھا؟

جواب: امام شعبیؒ

سوال: کس بزرگ کا قول ہے کہ جب تم اپنی مجلس خوشبودار بنانا چاہو تو حضرت عمرؓ کا بہت ذکر کرو؟

جواب: حضرت حسن بصریؒ

سوال: حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت عمرؓ کے شاعرانہ ذوق کے حوالہ سے کیا ارشاد فرمایا؟

جواب: حضرت عمرؓ کے بارہ میں آتا ہے کہ آپؓ کا شاعرانہ ذوق بھی بہت تھا خود شعر تو نہیں کہتے تھے لیکن شعر سُنتے تھے، پسند کرتے تھے۔

سوال: کون بیان فرماتے ہیں کہ مَیں حضرت عمرؓ کے ساتھ ایک سفر میں نکلا، ایک رات جب ہم چل رہے تھے تو مَیں اُن کے قریب آیا تو اُنہوں نے اپنے پالان کے اگلے حصہ پر ایک کوڑا مار کر یہ اشعار پڑھے۔

كَذَبۡتُمۡ وَ بَيۡتِ اللّٰهِ يُقۡتَلُ اَحۡمَدُ
وَلَمَّا نُطَاعِنۡ دُوۡنَهٗ وَ نُنَاضِلُ
وَنُسۡلِمُهٗ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوۡلَهٗ
وَنَذۡهَلَ عَنۡ اَبۡنَآئِنَا وَالۡحَلَائِلِ

تم جھوٹ بولتے ہو، اللہ کے گھر خانہ کعبہ کی قسم! حضرت احمدؐ شہید نہیں ہو سکتے جب تک کہ ہم اُن کی حفاظت کے لئے نیزہ بازی اور شمشیر زنی کے جوہر نہ دکھائیں، ہم اُنہیں نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ ہم اُن کے قریب جنگ کرتے ہوئے مارے جائیں اور اپنے فرزند اور اہل و عیال کو بھول جائیں۔

وَمَا حَمَلَتۡ مِنۡ نَاقَةٍ فَوۡقَ رَحۡلِهَا اَبَرَّ وَاَوۡفٰى ذِمَّةً مِّنۡ مُحَمَّدٍ

کسی اونٹنی نے اپنی پُشت پر حضرت محمدؐ سے بڑھ کر نیکی کرنے والے اور وعدہ پورا کرنے والے انسان کو نہیں بٹھایا؟

جواب: حضرت عبد اللہؓ بن عبّاسؓ

سوال: تاریخ دان ڈاکٹر علی محمد صلابی نے اپنی کتاب ’’سیّدنا حضرت عمرؓ بن خطاب۔ شخصیت اور کارنامے‘‘ میں حضرت عمرؓ کے شعر و شاعری سے لگاؤ کے بارہ میں کیا لکھا ہے؟

جواب: خلفائے راشدین میں سب سے زیادہ شعر کے ذریعہ مثال دینے والے حضرت عمرؓ تھے، آپؓ کے بارہ میں بعض لوگوں نے یہاں تک لکھا ہے کہ آپؓ کے سامنے شاید ہی کوئی معاملہ آتا رہا ہو اور آپؓ اِس پر شعر نہ سُناتے رہے ہوں۔

سوال: حضرت عمرؓ نے فرمایا! تم اپنے دیوان کو حفظ کر لو اور گمراہ نہ رہو، سامعین نے آپؓ سے پوچھا کہ ہمارا دیوان کونسا ہے تو حضرت عمرؓ نے کیا ارشاد فرمایا؟

جواب: دَورِ جاہلیت کے اشعار ہیں، اُن میں تمہاری کتاب یعنی قرآنِ مجید کی تفسیر ہے اور تمہارے کلام کے معنی ہیں۔

سوال: حضرت عمرؓ کا مذکورہ بالا فرمان آپؓ کے شاگرد اور ترجمان القرآن عبد اللہؓ بن عبّاسؓ کے کس مؤقف سے متفق ہے؟

بقیہ صفحہ 8 پر

اطفال کارنر

تقریر

قُرَّۃُ عَیۡنِیۡ فِی الصَّلَاۃِ

یہ نبی کریمؐ کا ایک جملہ ہے جس میں آپؐ نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز کو قرار دیا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کا بنیادی مقصد ایک خدا کی عبادت کرنا قرار دیا اور ان عبادات میں سے سب سے افضل عبادت نماز کا قیام ہے۔قرآن کریم میں بھی سب سے زیادہ جس امر کی طرف اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے وہ نماز ہی کا قیام ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے بھی سب سے زیادہ توجہ اسی امر کی طرف ہی دلائی ہے۔

آپؐ نے نماز کو محبتِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ قرار دیا جبکہ ایک صحابی نے آپؐ سے پوچھا کہ کون سا عمل خدا تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: اَلصَّلَاۃُ عَلٰی وَقۡتِھَا کہ وقت پر نماز پڑھنا۔

پھر آپؐ نماز کو گناہوں کا کفارہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اِنَّ الۡعَبۡدَ الۡمُسۡلِمَ لَیُصَلِّیَ الصَّلَاۃَ یُرِیۡدُ بِھَا وَجۡہَ اللّٰہِ تَھَافَتُ عَنۡہُ ذُنُوۡبُہٗ کَمَا یَتَھَافَتُ ھٰذَا الۡوَرَقُ عَنۡ ھٰذِہِ الشَّجَرَۃِ

(مشکوۃ المصابیح،کتاب الصلوۃ)

جب ایک مسلمان اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اسی طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس درخت سے یہ پتے جھڑ رہے ہیں۔

ایک موقعہ پر آپؐ نے نمازوں کی اہمیت کو ایک مثال دے کر واضح فرمایا:

مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الۡخَمۡسِ کَمَثَلِ نَھۡرٍجَارٍ عَلٰی بَابِ اَحَدِکُمۡ یَغۡتَسِلُ مِنۡہُ کُلَّ یَوۡمٍ خَمۡسَ مَرَّاتٍ

(مسلم کتاب الصلوۃ باب المشی الی الصلوۃ)

کہ پانچ نمازوں کی مثال ایسی ہے جیسے تم میں سے کسی کے دروازے کے پاس پانی سے بھری ہوئی نہر چل رہی ہو اور وہ اس میں دن میں پانچ بار نہائے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موجود صحابہ سے پوچھا۔کیا ایسے شخص پر میل رہے گی؟ صحابہ نے عرض کی کہ نہیں حضور! ہرگز نہیں۔حضور نے فرمایا کہ یہی کیفیت اس شخص کی ہوگی جو روزانہ پانچ وقت نماز پڑھنے کے لئے روحانی نہر میں نہاتا ہے۔

پس نماز سے متعلق جب ہم آنحضورؐ کے نمونہ کی طرف دیکھتے ہیں تو کہیں آپ قُرَّۃُ عَیۡنِیۡ فِی الصَّلَاۃ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں تو کہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ کا قول ''اَفَلَا اَکُوۡنَ عَبۡدًا شَکُوۡرًا'' کہتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ یہی وہ نمونہ ہے جو حضورؐ نے اپنی امت کے سامنے پیش کیا۔ اب امت کا فرض ہے اس اسوہ کو اپناتے ہوئے اس محبت کا حق ادا کریں جس کے ذریعہ خدا تعالیٰ سے محبت ممکن ہوگی۔ کیوں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ کہ اگر اللہ سے محبت کرنی ہے تو میری اتباع کرو۔ میری پیروی کرو میرے اسوہ پر چلو۔ خدا کی محبت اور قرب اسی صورت میں میسر ہوگا جب نبیؐ کے اسوہ پر چلا جائے۔ اور آپؐ کے اسوہ میں سب سے زیادہ اہمیت اور آپؐ کی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام، حضور اکرمؐ کے اسی اسوہ کے بارے میں کچھ یوں نصیحت فرماتے ہیں:

نمازوں کو باقاعدہ التزام سے پڑھو۔بعض لوگ صرف ایک ہی وقت کی نماز پڑھ لیتے ہیں۔ وہ یاد رکھیں کہ نمازیں معاف نہیں ہوتیں۔ یہاں تک کہ پیغمبروں تک کو معاف نہیں ہوئی۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہؐ کے پاس ایک نئی جماعت آئی۔ انہوں نے نماز کی معافی چاہی آپ نے فرمایا کہ جس مذہب میں نماز نہیں وہ مذہب نہیں۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 263)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کان کھول کر سنو! جو نماز کا مضیع ہے۔ اس کا کوئی کام دنیا میں ٹھیک نہیں۔

(خطبات نور جلد دوم صفحہ 98)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔ وہ سب جن کا جماعت سے تعلق ہے جو مجھے اپنا سمجھتے ہیں ان سب سے میری عاجزانہ التماس ہے کہ نمازوں کو قائم کریں اپنے گھروں میں بھی اپنے گردوپیش اپنے ماحول میں بھی اور صلوۃ وسطی کی حفاظت کریں اور صبح کی نماز کی طرف واپس لوٹیں کیونکہ اگر یہ نماز ادا نہ ہوئی تو ان کی ساری زندگی جہنم کمانے میں صرف ہو رہی ہے۔

(خطبہ جمعہ 10 اکتوبر 1997ء)

نیز فرمایا:۔ نماز وہ بنیادی کام ہے جس کے بغیر ہم دنیا میں کوئی انقلاب نہیں برپا کر سکتے۔

(خطبہ جمعہ 22 جولائی 1988ء)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ہر احمدی کو یہ بات اپنے ذہن میں اچھی طرح بٹھالینی چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا جو خلافت کی صورت میں جاری ہے تبھی فائدہ اُٹھا سکیں گے جب ہم اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہوں گے۔''

اللہ کرے ہم نبیؐ کے اسوہ پر چلتے ہوئے اپنے محبوب امام کی خواہشات کے مطابق نمازوں کو قائم کرنے والے ہوں ورنہ ہمارا صرف دعویٰ ہی ہوگا جس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اللہ کرے ہم خدا کی محبت کو اور رسولؐ کے اسوہ کو اپنانے والے ہوں۔ آمین

(فرخ شاد)

بقیہ: خطبہ جمعہ حضور بصورت سوال و جواب...... از صفحہ 7

جواب: جب تم قرآن پڑھو اور اُس کو نہ سمجھ سکو تو اِس کا مفہوم ومعنی عرب کے اشعار میں تلاش کرو کیونکہ شاعری عربوں کا دیوان ہے۔

سوال: حضرت عمرؓ صِرف وہ اشعار پسند کرتے تھے جن میں خود داری، آزادی، خودمختاری، شرافتِ نفس، حمیّت، عبرت کے مضامین ہوتے تھے اِسی بناء پر اُمرائے فوج اور اضلاع کے عاملوں کو کیا حکم بھیج دیا تھا؟

جواب: لوگوں کو اشعار یاد کرنے کی تاکید کی جائے۔

سوال: حضرت عمرؓ نے کن کو یہ فرمان بھیجا! لوگوں کو اشعار یاد کرنے کا حکم دو کیونکہ وہ اخلاق کی بلند باتیں اور صحیح رائے اور اَنساب کی طرف راستہ دکھاتے ہیں نیز تمام اضلاع میں جو حکم بھیجا تھا اُس کے الفاظ کیا تھے؟

جواب: حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ؛ اپنی اَولاد کو تیرنا اور شہ سواری سکھاؤ اور ضرب الامثال اور اچھے اشعار یاد کراؤ (یعنی علمی ذوق بھی پیدا کرو)۔

سوال: حضرت عمرؓ نے کس رسم کو مِٹا دیا، اِس کی سخت سزاء مقرر کی اور اِسی طرح اِسے ایک جُرم قرار دیا نیز کس کو اِس جُرم میں قید کیا؟

جواب: ہجوّ گوئی؛ مشہور ہجوّگو حُطَیئَہ

سوال: حضرت عمرؓ نے کسے کہا کہ اگر مجھے کوئی ایسا مرثیہ کہنا آتا تو مَیں اپنے بھائی زید کا مرثیہ کہتا! اُس نے کہا، اَے امیر المؤمنین! اگر آپؓ کا بھائی میرے بھائی کی طرح مارا جاتا یعنی شہادت کی موت مرتا تو مَیں ہرگز اِس کا ماتم نہ کرتا۔حضرت عمرؓ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے ساتھ اُن جیسی تعزیّت کسی نے نہیں کی؟

جواب: اُس زمانہ کے مشہور شاعر مُتَمَّمُ بن نُوَیۡرَہ کو

سوال: خطبہ کے آخری حصّہ میں حضرت عمرؓ کے فضائل و مناقب کے بارہ میں کن کے ارشادات پر مبنی سات اقتباسات پیش کئے گئے؟

جواب: حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

سوال: باِرشاد حضرت مسیحِ موعودؑ کن کا وجود ظلی طور پر گویا آنجنابؐ کا وجود ہی تھا نیز آپؑ نے اسلام کے آدمِ ثانی کس کو قرار دیا ہے؟

جواب: حضرت عمر فاروقؓ؛ حضرت ابوبکر صدّیقؓ

سوال: حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبۂ ثانیہ سے قبل بحوالہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحِب سیالکوٹیؓ، حضرت مسیحِ موعودؑ کی کس قلبی کیفیّت کا تذکرہ کیا نیز اختتامی کلمات کیا ارشاد فرمائے؟

جواب: جو آپؑ کے دل میں رسولِ کریمؐ اور شیخین حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کی محبّت اور عزت کی تھی؛ حضرت عمرؓ کا ذکر اب یہاں سے ختم ہوتا ہے یعنی کہ خطبات میں۔ اِن شاء اللہ! آئندہ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی توحضرت ابوبکرؓ کا ذکر شروع ہو گا۔

مدثر ظفر

وقت کیا ہے؟

ہم آج تک وقت کی معین تعریف کیوں وضع نہیں کر سکے؟ کیا وقت تیزی سے گزر رہا ہے؟

آخر ایسا کیوں ہے کہ جب بھی ہم گزرے ہوئے لمحات کو یاد کرتے ہیں تو ایک بات جو ہمیشہ ہمارے دماغ میں آتی ہے کہ وقت بہت تیزی سے گزر گیا ہے۔ وقت ہے کیا؟ یہ کہاں سے، کب اور کیسے شروع ہوا؟ اگر میں آپ سے کہوں وقت کی تعریف بیان کریں تو کیسے کریں گے؟ ایک گھڑی بنا کر جس کی سیکنڈ والی سوئیاں منٹ والی سوئیوں کو دھکیل کر گھنٹوں میں تبدیل کرتی ہوں؟ یا کیلنڈر پر ہر گزرے دن پر ایک دائرہ لگا کر؟ اگر میں آپ سے کہوں کہ وقت کی یہ تعریف غلط ہے تو کیا کوئی اور طریق ہے جس سے آپ وقت کی معین تعریف بیان کر سکیں؟ تو اس کا جواب نفی میں ہے۔ وقت کی یہ تعریف نہیں ہے اور وقت ماپنے کے یہ تمام فزیکل پیمانے ہمارے ہی مقرر کردہ ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم وقت کی کوئی معین تعریف بیان نہیں کر سکتے۔ یہ دو جمع دو کی طرح کا کوئی ریاضی کا سوال نہیں جس کا جواب چار آئے۔ بقول ایرس ٹوٹل ’’وقت تمام تر معلوم اشیاء میں سے نامعلوم ترین چیز ہے‘‘۔ اور آج 2500 سال گزرنے اور تمام تر ٹیکنالوجی پر دسترس کے باوجود ہم وقت کی کوئی معین تعریف وضع کر کے اس بات کو غلط ثابت نہیں کر سکے۔ البتہ سائنسی اعتبار سے وقت کی سادہ ترین تعریف یہ کی جاتی ہے کہ ’’دو واقعات کے مابین گزرے ہوئے دورانیے کو وقت کہا جاتا ہے۔‘‘ اور وقت کے آغاز کے بارے میں ہم جانتے ہیں کہ بگ بینگ کے ساتھ ہوا تھا اور بگ بینگ سے پہلے کیا تھا یہ ہم نہیں جانتے۔

تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ وقت کو بیان کیسے کیا جا سکتا ہے۔؟ کیا ہم یہ ثابت کر سکتے ہیں وقت نام کی کوئی چیز اپنا وجود بھی رکھتی ہے۔؟ مثلاً میں 1990ء میں پیدا ہوا ہوں اور اس بات کو 31 سال کا وقت گزر چکا ہے۔ لیکن اگر میں کہوں کہ میں 90 بلین کلومیٹر ماضی میں پیدا ہوا تھا تو یہ ایک مضحکہ خیز بات معلوم ہو گی۔

قریب سو سال قبل البرٹ آئن سٹائن نے ہمیں وقت کی ایک نئی تصویر سے روشناس کرایا تھا جس کے مطابق ہماری کائنات دراصل اسپیس ٹائم فیبرک یعنی زمان و مکان کا مجموعہ ہے۔ ہماری کائنات 4D ہے لیکن انسان بذات خود 3D مخلوق ہے اس لیے ہم وقت کو سمجھ نہیں سکتے کیونکہ وقت ہماری کائنات کی چوتھی ڈائمنشن ہے۔ یعنی ہم صرف تین اطراف میں حرکت کر سکتے ہیں یا دیکھ سکتے ہیں۔ آگے پیچھے پہلی ڈائمنشن دائیں بائیں دوسری ڈائمنشن، اوپر اور نیچے تیسری ڈائمنشن کہلاتی ہے۔ اور چونکہ انسانی وجود کا ڈیزائن ہی ایسے پروگرام کیا ہے کہ ہم وقت جو کہ چوتھی ڈائمنشن ہے اس میں حرکت نہیں کر سکتے۔ اور نا ہی ہم وقت کو کنٹرول کر سکتے ہیں۔ نہ اسے تیز کر سکتے ہیں، نہ آہستہ کر سکتے ہیں نہ وقت سے آگے نکل سکتے ہیں اور نا ہی وقت میں پیچھے جا سکتے ہیں۔ اسے ایک دلچسپ مثال سے یوں سمجھا جا سکتا ہے۔ میں سبزی لے کر تیسری منزل پر موجود اپنے گھر پہنچا تو دیکھا کہ سبزی کے ساتھ دھنیا لانا بھول گیا ہوں۔ میں واپس گیا سبزی والے سے دھنیا لیا اور گھر واپس آ گیا۔ ان اطراف میں حرکت کرنا میرے اختیار میں تھا جو میں نے کیا لیکن اس دوران جو وقت صرف ہوا وہ اسی تسلسل میں آگے بڑھتا گیا۔ آئن سٹائن کے مطابق وقت ایک تیر کی مانند ہے جو ایک سمت کی طرف جا رہا ہے جو اپنی سمت نہیں بدل سکتا اور ہمیشہ آگے کی طرف ہی جاتا ہے۔ لیکن وقت کا یہ شمار جسے ہم جانتے ہیں وہ اسپیس میں ایک بے معنی چیز ہے۔ یعنی اگر کسی دن آپ کی آنکھ کھلے اور آپ خود کو خلاء میں تیرتا ہوا دیکھیں اور ہر طرف اندھیرا ہو تو کیا آپ بتا سکیں گے کہ وقت کیا ہوا ہے اور آپ کس سمت میں تیر رہے ہیں۔؟ یقیناً آپ کوئی بھی سمت اور وقت بتانے سے قاصر ہوں گے۔ اسی طرح اگر سورج اچانک بجھ جائے دن اور رات میں فرق نا رہے تو وقت کا شمار رکھنا ایک بے ثمر مشقت کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔

حضرت انسان نے قریب 30000 سال قبل وقت کا حساب کتاب رکھنا تب شروع کیا جب اس نے دیکھا کہ سورج کے طلوع و غروب کا ایک معمول ہے، پرندے ہر سال مخصوص ایام میں انڈے دیتے ہیں اور ہجرت کرتے ہیں۔ جانور مخصوص ایام میں بچے دیتے ہیں۔ حمل کے بعد بچہ جننے تک ایک مخصوص دورانیہ ہوتا ہے۔ انسان حمل کے بعد معین دورانیہ کے اندر پیدا ہوتا ہے۔ پھر بچہ پھر جوان پھر بوڑھا اور بالآخر خاتمہ، ان تمام عوامل کا ایک دورانیہ ہے۔ پودوں پر پھول کے لیے موسم مختص ہے۔ درخت ایک خاص وقت میں پتے گراتے ہیں۔ بارشوں کے مخصوص دورانیے سے دریاؤں کی روانی بھی منسوب ہے۔ چاند ستارے بھی ایک معین وقت میں طلوع و غروب ہوتے ہیں۔ ابتداء میں زمین میں لکڑی گاڑھ کر اس کے سائے سے وقت گزرنے کا شمار رکھا گیا۔ تب سے اس اب تک وقت ماپنے کے ذرائع میں جدت آتی رہی اور انسان اب ایسی ایٹامک کلاک بنا چکا ہے جن میں 100 ملین سال کے بعد ایک سیکنڈ سے کم فرق پڑتا ہے۔

ہم دوبارہ اپنے پہلے سوال کی جانب آتے ہیں اور جواب تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص اس بات کو محسوس کرتا ہے کہ جیسے جیسے ہم بڑے ہو رہے ہیں ویسے ہی وقت بھی تیزی سے گزرتا جا رہا ہے۔ کیا یہ محض تیزی سے گزرتی عمر کا سراب ہے؟ کیا اس امر کی کوئی سائنسی توجیہ پیش کی جا سکتی ہے؟ نوجوانوں اور قدرے عمر رسیدہ لوگوں پر ایک تجربہ کیا گیا جس میں مختصر دورانیہ کے لیے وقت کا اندازہ لگانے کا کہا گیا۔ مثلاً انہیں کہا گیا کہ آپ دو منٹ کے لیے خاموش رہیں۔ گھڑی دیکھے بنا محض اندازہ کی بناء پر ہمیں بتائیں کہ دو منٹ ہو چکے ہیں۔ اس تجربہ میں نوجوانوں نے وقت گزرنے کے غلط اندازے لگائے اور دو منٹ سے پہلے ہی دو منٹ گزرنے کا عندیہ دیا۔ البتہ عمر رسیدہ افراد نے

دو منٹ کا وقت گزرنے کا بہت اچھے سے اندازہ لگایا۔

تحقیق سے یہ بات سامنے آئی کہ ہمارے دماغ میں موجود نیوران کے فائر کرنے کا دورانیہ وقت گزرنے کے ساتھ کم ہو جاتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہمارا دماغ پیش آنے والے تمام افعال و واقعات کو اپنی یادداشت میں محفوظ کر رہا ہوتا ہے۔ چنانچہ جیسے جیسے ہم بڑے ہوتے ہیں ہمارے دماغ کے نیورو کنیکشن کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ جیسے ایک درخت پر وقت کے ساتھ شاخیں پھیلتی جاتی ہیں۔ یہ نظام ہمارے دماغ میں Internal clock کی طرح کام کرتا ہے۔ یہ اندرونی گھڑی کبھی کبھار اتنے عمدہ طریقے سے کام کرتی ہے کہ آپ الارم بجنے سے چند سیکنڈ قبل خود ہی اٹھ جاتے ہیں۔ یعنی عمر گزرنے کے ساتھ ہمارا دماغ وقت کی پیمائش جوانی کی نسبت زیادہ عمدگی سے کرنے لگتا ہے جس کی وجہ سے لگتا ہے کہ وقت بہت تیزی سے گزر گیا ہے۔

ہمارا وقت کو محسوس کرنا یعنی Chronoception ہماری حسیات میں سے باقاعدہ کوئی حس نہیں ہے اور نہ ہمارے اندر اسے محسوس کرنے والے کوئی ریسپٹر سیل موجود ہیں۔ اس کے باوجود ہمارے اندر وقت کا احساس بہت بنیادی طور سے پایا جاتا ہے اور یہ دماغ کے بنیادی افعال میں سے ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہمارا دماغ وقت کو بالکل ایک تناسب میں محسوس کرتا ہو مثلاً ٹی وی پر اپنا پسندیدہ پروگرام دیکھتے ہوئے ہمیں لگتا ہے کہ وقت بہت تیزی سے گزر گیا۔ یا دفتر جاتے ہوئے ہم سوچتے ہیں کہ ہماری چھٹیاں بہت جلدی گزر گئی ہیں۔ لیکن ایک گھنٹہ ایک ہی ہوتا ہے اور سات دن کی چھٹیاں سات دنوں کی طرح ہی گزرتی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ٹی وی شو دیکھتے اور چھٹیاں گزارتے ہمارا دماغ بہت فوکس تھا جس وجہ سے وہ دورانیہ ہمیں عام دنوں کی نسبت جلدی سے گزرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ نیز عمر بڑھنے کے ساتھ دماغ شعور کی منازل تیزی سے طے کرتا ہے۔ ہم دنیا کو ہر روز نئے انداز سے دیکھتے ہیں۔ تیزی سے ہوتی مادی ترقی کو محسوس کرتے ہیں۔ ماضی کی غلطیوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں مستقبل کی تیاری کرتے ہیں اس لیے ہمیں لگتا ہے کہ وقت بہت تیزی سے گزر رہا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ہمارا دماغ لاشعوری طور پر روزمرہ امور میں ارد گرد نظر آنے والے چیزوں سے صرف نظر کرنا شروع کر دیتا ہے اور نئی چیزوں پر زیادہ توجہ دیتا ہے۔ اس لیے ہمیں لگتا ہے وقت تیزی سے گزر گیا ہے۔ تحقیق یہ بھی بتاتی ہے کہ ایک انسان اپنی جوانی کے حصہ میں دماغ کا زیادہ استعمال کرتا ہے بہ نسبت

بچپن اور بڑھاپے کے۔ ایسا نہیں ہے کہ ہمیشہ ہم وقت کو سرعت کے ساتھ ہی گزرتا ہوا محسوس کرتے ہوں۔ ہمارے دماغ کی کارستانی ہے کہ وہ کرب کے لمحات کو ہمارے لیے طویل کر دیتا ہے۔ آئن سٹائن نے کہا تھا کہ ’’اپنا ہاتھ جلتے ہوئے شعلے پر ایک منٹ کے لیے رکھیں آپ کو یہ ایک منٹ ایک گھنٹہ کی طرح معلوم ہوگا۔ پھر ایک منٹ کے لیے اپنی پیاری بیٹی کے سر پر ہاتھ رکھیں یہ ایک منٹ آپ کو ایک منٹ کی طرح ہی محسوس ہوگا‘‘ اسی طرح بوریت کے لمحات میں بھی دماغ وقت کو محسوس کرنے میں بہت سست روی دکھاتا ہے اور ہمیں لگتا ہے کہ وقت تھم ہی گیا ہے۔ ہم بوریت بھی اسی لیے محسوس کرتے ہیں کہ حال میں گزر رہا وقت ماضی کی نسبت گزرے ہوئے وقت کی نسبت مختلف ہوتا ہے۔ ہمارا دماغ ماضی کے افعال کو دیکھتے ہوئے حال میں گزر رہے وقت کے ساتھ موازنہ کر کے ہمارے لیے بوریت کے احساس کو بڑھا دیتا ہے۔ دماغ چھٹیوں میں گزرے موج مستی کے لمحات کو ہی یاد رکھتا ہے اور وہ مختصر ہوتے ہیں اور جب وہ ہمیں دفتر میں بیٹھے ہوئے کام کو وقت کے اندر مکمل کرنے کے دباؤ کے دوران یاد آتے ہیں تو ہمیں لگتا ہے کہ چھٹیاں بہت ہی تیزی سے گزر گئی ہیں۔

آئن سٹائن نے تھیوری آف ریلٹوٹی پیش کی تھی جس نے وقت کے بارے میں دنیا کی سوچ کا رخ یکسر بدل دیا تھا۔ اس تھیوری کی کئی جہات ہیں۔تھیوری کا پہلا حصہ کلاسک ریلٹوٹی کہلاتا ہے۔ اس کے مطابق پوری کائنات میں کوئی بھی چیز مکمل طور پر ساکن یا حرکت میں نہیں ہے۔ ہر چیز براہ راست یا بلاواسطہ کسی نہ کسی چیز سے منسلک ہے اور حرکت کر رہی ہے۔ مثلاً ہم فرض کر لیتے ہیں کہ ایک ٹرک جو 50 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کر رہا ہے جس میں دو بھائی بلال اور علی ایک دوسرے کی طرف گیند اچھال کر پکڑ رہے ہیں۔ ہم فرض کر لیتے ہیں کہ وہ بال کو جب پھینکتے ہیں تو بال کی رفتار 10 کلومیٹر فی گھنٹہ ہے اور ان دونوں کو بھی گیند کی رفتار 10 کلومیٹر فی گھنٹہ ہی معلوم ہوگی۔ لیکن ان کا تیسرا بھائی باسط جو باہر سڑک پر کھڑا انہیں دیکھ رہا ہے اسے اس گیند کی رفتار 60 کلومیٹر فی گھنٹہ معلوم ہوگی۔ اس نے ٹرک اور گیند کی رفتار کو ایک ساتھ جمع کیا ہے کیونکہ وہ ایک جگہ پر کھڑا تھا۔ لیکن باسط خود بھی حرکت میں کیونکہ وہ جس زمین پر کھڑا ہے وہ زمین اپنے محور اور مدار میں گردش کر رہی ہے۔ اسی طرح سورج، چاند، ستارے اور یہ پوری کائنات بھی مسلسل حرکت میں ہے۔ اس طرح ہم جانتے ہیں کہ کوئی جسم بھی absolute rest یا absolute motion میں نہیں ہوتا۔ ہر چیز کسی نا کسی چیز کے واسطہ سے حرکت میں ہے۔ یہ کلاسیکل ریلٹوٹی کہلاتی ہے۔ دوسرے نمبر پر اسپیشل تھیوری آف ریلٹوٹی ہے جو کہ ٹائم ڈائلیشن ہے۔ اس کے مطابق روشنی کی رفتار تمام بصارت رکھنے والے جسموں کے لیے ایک ہی ہوتی ہے۔ لیکن روشنی کی رفتار تیزی سے حرکت کرتے کسی جسم میں ساکن کے مقابلہ میں زیادہ وقت لیتی ہے۔ تجربات سے اس چیز کو ثابت کیا جا چکا ہے۔ دوسرے الفاظ میں جتنا کوئی جسم تیزی سے حرکت کرے گا اس کے لیے وقت اتنا ہی آہستہ گزرے گا۔ چنانچہ وقت کو اپنے قابو میں کرنے کے لیے روشنی کی رفتار سے سفر کرنا پڑے لیکن ہم جانتے ہیں کہ کوئی جسم ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر نہیں کر سکتا۔ کسی جسم کو روشنی کی رفتار سے سفر کرنے کے لیے لامحدود توانائی کی ضرورت ہوگی۔ لامحدود توانائی کے لیے لامحدود جسم کی ضرورت ہوگی۔ یعنی کل ملا کر بات یہ کہ نا ممکن امر ہے۔ ناسا کا بنایا ہوا پارکر سولر پروب انسانی ہاتھوں سے بنائی گی ایک ایسا خلائی جہاز ہے جسے تیز ترین سفر کرنے والے آبجیکٹ کا اعزاز حاصل ہے۔ یہ پروب 2018ء میں سورج کے مدار میں پہنچ کر سورج پر تحقیق کرنے کے لیے روانہ کیا گیا تھا۔ اس پروب نے 330000 میل فی گھنٹہ کی ترترین رفتار حاصل کی جو حضرت انسان کی بنائی گئی اب تک کی سب سے تیز رفتار شئے ہے۔ اتنی رفتار کے باوجود اسے سورج کے مدار میں پہنچنے کے لیے تین سال لگے۔

مندرجہ بالا تمام حقائق کو سامنے رکھیں تو ایک بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ کسی انسان کا بغیر کسی قسم کی توانائی کے ذریعے کو بروئے کار لاتے ہوئے مادی جسم کے ساتھ خلاء کا سفر ناممکنات میں سے ہے۔ اس اصول کے تحت ہم حضرت مسیح علیہ السلام کے رفع اور آپ ﷺ کے معراج کے جسمانی ہونے کی نفی کرتے ہیں چنانچہ رفع ومعراج کو روحانی ماننے کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں۔ اور جیسا کہ بیان ہو چکا ہے انسان تھری ڈی مخلوق ہے جس کے لیے اپنی چوتھی ڈائمنشن یعنی وقت میں سفر کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ چنانچہ مادی جسم کے ساتھ رفع ومعراج کو تسلیم کرنا فزکس کے قوانین کے بخیے ادھیڑنے جیسا ہے۔ فزکس کے یہ قوانین ہیں جنہیں حضرت انسان نے خداداد ذہانت سے دریافت کیا ہے اور جانا ہے کہ ہم ان کی بدولت زمان ومکان میں قید جس سے مادی جسم کے ساتھ فرار نہ صرف ناممکن ہے بلکہ خدا کے مقررہ کردہ ان قوانین کی بھی خلاف ورزی ہے۔ خدا تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے کہ وہ اپنے دستور کے خلاف نہیں کرتا۔ زمان و مکان کی اس قید سے فرار اسی صورت ممکن ہے جب انسان کا 3D اسٹیٹس تبدیل ہو اور مرنے کے بعد وہ کسی اور ڈائمنشن میں داخل ہو جائے۔

قرآن کریم میں 500 سے زائد آیات ایسی ہیں جن میں ایسے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے جن کا ترجمہ وقت یا عرصہ کیا جا سکتا ہے۔ وقت کو ہم سائنسی اصطلاحات اور پیمانوں کی مدد سے سمجھ سکیں یا نا لیکن خالق کائنات کے وقت کی قسم کھانے سے ہمیں اس بات کا ادراک ضرور ہوتا ہے کہ وقت نہ صرف اپنا وجود رکھتا ہے بلکہ یہ بہت زیادہ اہمیت کا حامل بھی ہے۔ آج ہم اس بات کا بخوبی ادراک رکھتے ہیں کہ کائنات میں وقت کی پیمائش مختلف ہوتی ہے۔ اس بات کی توثیق قرآن کریم سورۃ حج میں یوں کرتا ہے کہ خدا کا ایک دن تمہارے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ اسی طرح سورۃ سجدہ میں بھی ایک دن ایک ہزار سال کے برابر قرار دیا ہے جبکہ سورۃ معارج میں ایک دن کی مقدار 50 ہزار سال کے برابر بیان ہوئی ہے۔مختلف ڈائمنشن میں وقت کی مقدار مختلف ہوسکتی ہے۔ نیز محرک اجسام پر وقت کی رفتار مختلف ہوتی ہے جسے ٹرک میں گیند کے ساتھ کھیل رہے بچوں کی مثال سے بیان کیا گیا۔ چنانچہ قرآن کریم میں بیان کی گئی وقت کی مقدار میں فرق پر تضاد بیانی کا اعتراض بھی رد ہو جاتا ہے۔ انسان مرنے کے بعد ہی اگلی ڈائمنشن میں داخل ہوسکتا ہے اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے ہمیں ملتا ہے۔

وَ سَارِعُوۡۤا اِلٰی مَغۡفِرَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَ جَنَّۃٍ عَرۡضُہَا السَّمٰوٰتُ وَ الۡاَرۡضُ ۙ اُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِیۡنَ

(آل عمران:134)

اور اپنے ربّ کی مغفرت اور اُس جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین پر محیط ہے۔ وہ متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

ترجمۃ القرآن از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع میں اس آیت کی ذیل میں درج ہے۔ ’’اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ جنت کہیں آسمان کے اوپر کوئی الگ مقام نہیں ہے کیونکہ اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے کہ زمین و آسمان کا جتنا بھی عرض ہے جنت کا بھی ویسا ہی ہے۔ جب یہ آیت آنحضرت ﷺ نے صحابہ کے سامنے پڑھ کر سنائی تو ایک صحابی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اگر زمین و آسمان پر جنت ہی حاوی ہے پھر جہنم کہاں ہے؟ تو آپ نے فرمایا سُبۡحَانَ اللّٰہِ فَاَیۡنَ اللَّیۡلِ اِذَا جَاءَ النَّہَارِ (مسند احمد بن حنبل، مسند المکیین، حدیث نمبر 15100، نیز تفسیر الرازی زیر آیت ھذا) کہ سبحان اللہ! جب دن آتا ہے تو رات کہاں ہوتی ہے۔ یعنی جہنم بھی وہیں ہوتی ہے مگر تمہیں اس کا شعور نہیں۔ پس یہ تصور باطل ہے کہ جنت اور جہنم کے لیے الگ الگ عرض ہیں۔ ایک ہی کائنات میں جنتی بھی بس رہے ہیں اور جہنمی بھی۔

ابتداء میں مختصراً بیان کیا گیا تھا کہ ہماری کائنات 3D ہے اور وقت چونکہ ہماری چوتھی ڈائمنشن ہے اس لیے ہم اسے نہ تو سمجھ سکتے ہیں نہ ہی اسے بیان کر سکتے ہیں۔ اس توجیہ کو مدنظر رکھ کر جنت و دوزخ کے بارے میں قرآن و احادیث کے ریفرنس سے دیکھیں تو یہ بات سمجھنا بہت آسان ہو جاتا ہے کہ کوئی جہان ہماری نظروں سے اوجھل ہونے کے باوجود ہمارے اردگرد موجود ہوتے ہوئے بھی وسعت میں زمین و آسمان سے کہیں زیادہ ہوسکتا ہے۔ یقیناً جنت اور دوزخ ہماری کائنات میں ہی ایسی ڈائمنشن میں اپنا وجود رکھتی ہیں جسے عام انسانی آنکھ سے دیکھا نہیں جا سکتا۔ چنانچہ مندرجہ بالا آیت کے نتیجے میں جب سوال ہوا کہ جنت زمین و آسمان پر محیط ہے تو دوزخ کہاں تو آپ نے دن اور رات کی سادہ مگر بہترین مثال تو دی ہی ساتھ یہ بھی فرمایا کہ تم اس کا شعور نہیں رکھتے۔ آپ ﷺ کے مخاطب سوال کرنے والے لوگ تھے اور وہ زمانہ ایسا تھا کہ انسانی شعور نے وہ منازل طے نہیں کیں تھیں جن پر آج پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔ اس لیے اس گتھی کو سلجھانا اس دور کی نسبت آج بہت آسان ہے۔ آج ہم اس بات کا شعور رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ایسا بالکل ممکن ہے کہ کسی اور ڈائمنشن میں موجود ایسا جہاں آباد ہو جس کی وسعت ہماری زمین و آسمان پر محیط ہوسکتی ہے۔ وقت کا موجود ہونا اس کی ایک بہترین مثال ہے۔

نماز جنازہ حاضر و غائب

مکرم منیر احمد جاوید پرائیویٹ سیکرٹری یہ اطلاع دیتے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مؤرخہ 15 جنوری 2022ء بروز ہفتہ 12 بجے دوپہر اپنے دفتر سے باہر آ کر درج ذیل نماز جنازہ پڑھائے

نماز جنازہ حاضر

- محترمہ امۃ الحفیظ صاحبہ اہلیہ مکرم ارشاد احمد صاحب مرحوم (آف دارالعلوم جنوبی حلقہ بشیر ربوہ۔ حال جماعت وانڈز ورتھ۔ یوکے)

10 جنوری 2022 کو 79 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّالِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحومہ نے حضرت ڈاکٹر محمد بخش صاحب رضی اللہ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آغوش میں پرورش پائی۔ مرحومہ نے ربوہ میں تقریباً 30 سال تک اپنے محلہ میں بطور صدر لجنہ خدمت کی توفیق پائی۔ ربوہ میں 300 بچیوں کو قرآن کریم ترجمہ وتلفظ کے ساتھ پڑھانے کا بھی موقعہ ملا۔ مرحومہ بہت دیندار، صوم وصلوٰۃ کی پابند، بہت ملنسار، مہمان نواز اور خلافت کیساتھ اخلاص و وفا کا تعلق رکھنے والی ایک نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ مرحومہ کو اپنے دورِ صدارت میں ربوہ کے گرد و نواح کے دیہات میں بہت مستعدی سے دعوت الیٰ اللہ کرنے کی بھی توفیق ملتی رہی۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں 3 بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔ مرحومہ مکرم مبارک احمد ظفر صاحب (ایڈیشنل وکیل المال اسلام آباد۔ یوکے) اور مکرم مبشر احمد ظفر صاحب (واقف زندگی ٹیلی فون ایکسچینج مسجد فضل لندن) کی بڑی ہمشیرہ تھیں۔

نماز جنازہ غائب

1. مکرمہ صادقہ ثریا بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری محمد صادق صاحب مرحوم (واقف زندگی سابق اکاؤنٹنٹ وکالت تبشیر)

یکم جنوری 2022ء کو 86 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّالِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحومہ ددھیال اور ننھیال کی طرف سے صحابہ کی نسل میں سے تھیں اور ایک دیندار جماعتی گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ خدمت دین کے ساتھ خدمت خلق آپ کا نمایاں پہلو تھا۔ بہت سے لوگوں کی باقاعدگی سے مالی معاونت کرتیں اور تحفہ جات پہنچایا کرتی تھیں۔ رمضان میں خاص اہتمام ہوتا تھا۔ ملازموں کے ساتھ غیر معمولی حسن سلوک کرتی تھیں۔ انتہائی مشکل حالات میں واقف زندگی شوہر کے ساتھ وقف نبھایا۔ باقاعدہ تلاوت قرآن کریم کے علاوہ آپ جماعتی اخبارات و رسائل وکتب سیرت کا بالخصوص شوق سے مطالعہ کیا کرتی تھیں۔ کثیر العیال ہونے کے باوجود قناعت، مہمان نوازی، انفاق کے اوصاف سے متصف تھیں۔ چندہ جات کی ادائیگی بر وقت آغاز میں ہی کر دیا کرتی تھیں اور پھر غریبوں کی امداد کا وسیع سلسلہ بھی جاری رکھا ہوا تھا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے 1/9 حصہ کی موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں پانچ بیٹے اور چھ بیٹیاں شامل ہیں۔ آپ مکرم محمد محمود طاہر صاحب (سیکرٹری فضل عمر فاؤنڈیشن) کی والدہ اور مکرم طارق محمود ظفر صاحب (امیر و مبلغ انچارج ۔کینیا) کی خوش دامن تھیں۔ آپ کے ایک بیٹے (کمانڈر) ناصر احمد صاحب دفتر پرائیویٹ سیکرٹری اسلام آباد (یوکے) کے شعبہ ڈسپیچ میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

2. مکرم سید مقبول جاہ صاحب

11 جولائی 2021 کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّالِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحوم نے مختلف جماعتی عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم ایک نیک مخلص اور باوفا انسان تھے۔ آپ کو تبلیغ کا بہت شوق تھا اور پندرہ بیعتیں کروانے کی بھی توفیق پائی۔ مرحوم موصی تھے۔

3. مکرمہ زیب النساء صاحبہ اہلیہ مکرم مبارک احمد ملک صاحب مرحوم (سابق صدر جماعت بھیرہ)

25 دسمبر 2021 کو 97 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّالِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحومہ نے لمبا عرصہ بھیرہ میں صدر لجنہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند اور تہجد گزار خاتون تھیں۔ بچوں کو قرآن کریم بھی پڑھاتی رہیں۔ پسماندگان میں تین بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔

4. مکرم عثمان احمد صاحب (پاکستان)

گزشتہ سال 18 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّالِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحوم خوش اخلاق، ملنسار، ہمدرد، مخلص اور ایک باوفا نوجوان تھے۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

ادارہ الفضل آن لائن کی طرف سے تعزیت قبول فرمائیں۔

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

سانحہ ارتحال

- مکرم فواد احمد یہ افسوس ناک اطلاع بھجواتے ہیں:

خاکسار کے والد مکرم خواجہ بشیر احمد ابن مکرم محمود الحسن بنی اسرائیل (مرحوم) و مسعودہ بیگم صاحبہ (مرحومہ) 85 سال کی عمر میں کچھ دن کی شدید علالت کے بعد مورخہ 18 جنوری، 2022ء کو وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی پیدائش 1936ء میں قادیان میں ہوئی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے نام پر آپ کا نام بشیر احمد رکھا۔ آپ کو کئی حلقہ جات کی صدارت اور دیگر شعبہ جات میں بھرپور خدمت دین کا موقع ملا۔ آپ ایک پر جوش اور دلیر داعی الی اللہ تھے۔

قارئین الفضل سے درخواست ہے کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور تمام لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

ادارہ کی جانب سے تعزیت قبول کریں۔

چھوٹی مگر سبق آموز بات

جو انسان اللہ تعالیٰ سے پیار کرتا ہے وہ اس کی مخلوق سے بھی بہت پیار کرتا ہے۔ ایک مومن انسانیت کی خدمت کے جذبہ سے ہمہ وقت سرشار ہوتا ہے اور اللہ کی رضا چاہتے ہوئے بغیر کسی رنگ و نسل، مذہب اور قوم کی تمیز کے دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ خدمتِ انسانیت کے لئے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتوں اور نعمتوں کو بے دریغ خرچ کریں کیونکہ دوسروں کی بھلائی کے لئے کئے گئے کام صدقہ جاریہ کا روپ دھار کر امر ہو جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام فرماتے ہیں:

انسان اگر اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی زندگی وقف نہ کرے اور اس کی مخلوق کے لئے نفع رساں نہ ہو تو یہ ایک بیکار اور نکمی ہستی ہو جاتی ہے۔ بھیڑ بکری بھی پھر اس سے اچھی ہے جو انسان کے کام تو آتی ہے۔ لیکن جب یہ اشرف المخلوقات ہو کر اپنی نوع انسان کے کام نہیں آتا تو پھر بدترین مخلوق ہو جاتا ہے۔

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 91 ایڈیشن 1984ء)

(مدیحہ مصور کاہلوں۔ ریجائنا، کینیڈا)

آج کی دعا

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الثَّبَاتَ فِي الْأَمْرِ، وَأَسْأَلُكَ عَزِيمَةَ الرُّشْدِ، وَأَسْأَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ، وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ لِسَانًا صَادِقًا، وَقَلْبًا سَلِيمًا، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَعْلَمُ، وَأَسْتَغْفِرُكَ مِمَّا تَعْلَمُ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ

(ترمذی، کتاب الدعوات، حدیث: 3407)

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے معاملہ میں ثباتِ قدم اور رشد و ہدایت میں (استقامت و) عزیمت کی دعا مانگتا ہوں۔ میں تجھ سے تیری نعمتوں کے شکر اور تیری خوبصورت عبادت کی توفیق چاہتا ہوں۔ میں تجھ سے قلبِ سلیم اور زبانِ صادق کا سوال کرتا ہوں اور تجھ سے ہر اس خیر کا طلب گار ہوں جو تیرے علم میں ہے، اور ہر اس شر سے پناہ مانگتا ہوں جسے تو جانتا ہے اور تجھ سے ان سب گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں جو تیرے علم میں ہے۔

یہ سید و مولیٰ، خاتم النبیین، مقدس الانبیاء، خیر البشر، پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کی نفل نماز میں پڑھنے والی شکرِ نعمت اور بخشش کی خوبصورت دعا ہے۔

مرسلہ: مریم رحمٰن

27 جنوری 2022ء		طلوعِ فجر	غروبِ آفتاب
مکہ مکرمہ		05:40	18:07
مدینہ منورہ	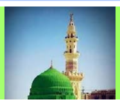	05:45	18:04
قادیان		06:01	17:58
ربوہ		05:40	17:38
اسلام آباد ٹلفورڈ		06:18	16:45

فقہی کارنر

وفات یافتہ کی طرف سے حج بدل

خوشاب کی طرف سے ایک مرحوم احمدی کے ورثاء نے حضرت کی خدمت میں خط لکھا کہ مرحوم کا ارادہ پختہ حج پر جانے کا تھا مگر موت نے مہلت نہ دی۔ کیا جائز ہے کہ اب اس کی طرف سے کوئی آدمی خرچ دے کر بھیج دیا جاوے؟ فرمایا:

’’جائز ہے۔ اس سے متوفی کو ثواب حج کا حاصل ہو جائے گا۔‘‘

(بدر 2 مئی 1907ء صفحہ 2)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)